خلافت راشدہ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	حق چار یار
شمارہ نمبر ۴۹	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	جون ۲۰۲۶ء

مجلہ پشاور

راہ ھدایت

• حالیہ مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند باتیں
• ایام قربانی (آخری قسط)
• النعمان میڈیا سروسز کی نئی پیشکش
• حکیم محمد صفدر عثمانی کے اعتراضات کا جائزہ
• مسئلہ علم غیب پر مختصر تحقیق (قسط:۲)
• احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں (قسط:۷)

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلہ راہ ھدایت پشاور

صفحہ	فہرست مضامین

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

حالیہ مناظرہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے حوالے سے چند باتیں

مناظرہ احقاق حق وابطال باطل کے لیے کرنا عبادت ہے، علامہ حصکفی رحمہ اللہ کتاب الحظر والاباحہ میں فرماتے ہیں:

"المناظرة لنصرة الحق عبادة"

گویا کہ مناظرہ اظہار صواب کے لیے کیا جاتا ہے۔

۹ ذی الحجہ ۱۴۴۷ھ عرفہ کے دن اہل حق علمائے دیوبند اور اہل بدعت جو مبتدع فی العقائد جماعت ہیں ،اشاعت التوحید والسنۃ کے ایک فرد ناہنجار بلال سواتی المعروف رجل معتوہ کے درمیان مناظرہ ہوا ہے۔ سوشل میڈیا سے وابستہ لوگ اس مناظرے سے بخوبی واقف ہیں۔ اہل حق کی طرف سے ترجمان علوم اکابر دیوبند سلطان المناظرین حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب تھے جبکہ اہل بدعت کی طرف سے مندرجہ بالا شخصیت تھے۔ اگرچہ دونوں میں کوئی لیول برابری کا نہیں، ایک میدان مناظرہ کا شہسوار، اور دوسرا مشہور گالی باز، ایک کئی کتابوں کے مصنف، دوسرا گالی باز۔ ایک سینکڑوں علماء فضلاء کا استاد اور دوسرا مشہور گالی باز۔

شہسوار مناظرہ نے چیلنج مولانا خضر حیات صاحب کو دیا ہے لیکن وہ روافض کے بارویں امام کی طرح غار سرمن رای میں غائب اور چھپ کر بیٹھا ہے۔ ذلت ورسوائی کے لیے پوری جماعت نے اس رجل معتوہ کو میدان میں کھلا چھوڑا ہے۔ خیر چور کو گھر کے دروازے تک بھگانے پر عمل کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اس کے ساتھ ایک بار پھر بیٹھنے کی ٹھان لی۔ اور جب بیٹھ گیا تو ایسا وار کیا کہ رجل معتوہ حواس باختہ ہو گیا۔ پورے مناظرے میں اپنا عقیدہ پیش نہیں کیا۔ مفتی صاحب نے پورے مناظرے میں اس مماتی گالی باز سے عقیدہ مانگا کہ اپنا عقیدہ پیش کر، لیکن مماتی نے یہ حماقت نہیں کی، اور مفتی صاحب کی پیشن گوئی پوری ہوئی کہ مماتی تا قیامت اپنا عقیدہ پیش نہیں کر سکتے۔ موضوع پر بحث کرنے سے مماتی کو موت نظر آئی، اس لیے انہوں نے کبھی سماع موتی پر بڑا اس نکالی، کبھی جمعیت علماء اسلام والے کافر ہیں، کی رٹ لگائی، کبھی تکفیر صحابہ کا الزام دیتے رہے لیکن ڈھیر ساری کتابوں کے موجودگی میں کسی ایک کتاب سے اپنا عقیدہ پیش نہیں کر سکا۔

اردو عبارات پیش کرنے پر بھی قادر نہیں تھا۔ویڈیوز میں دیکھا جاسکتا ہے۔ایک جگہ حیات دنیوی پر الزام دیتے ہوئے عبارت پڑھنے لگا کہ

"حیات زندوی سے آ،آ،آ۔۔جوندے۔"

حیات دنیوی کا لفظ تو کتب جانبین میں مستعمل ہے لیکن حیات زندوی کا لفظ رجل معتوہ کا جدید اصطلاح ہے۔ایک جگہ تو صریح اوں آں کر کے جان چھڑائی۔ویڈیو میں موجود ہیں۔

خیر اس شخص کی قابلیت کا یہ حل ہے کہ اردو عبارات پڑھنے پر قادر نہیں اور تنقید کرتا ہے امام اہل السنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ پر استاد المحدثین شیخ سلیم اللہ خان رحمہ اللہ پر۔

ایک جگہ تریاق اکبر کے مصنف عبد الرزاق صفدر جو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا شاگرد ہے کو عبد الرزاق سکندر رحمہ اللہ بنا کر پیش کیا۔

حضرت مفتی صاحب نے ان سے میدان مناظرہ میں مطالبہ کیا کہ آپ کے اسناد جعلی ہیں۔اپ سرے سے عالم نہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے دلائل کے انبار پیش کیے اور پورے اہل السنت کی ترجمانی کی،پورے مناظرے میں صرف ایک سوال جو منطقی و فلسفی مباحث سے تعلق رکھتا ہے کہی سے مماتی نے رٹوایا تھا اس پر اچل کودتے ہیں۔لیکن اس کا جواب مفتی صاحب نے ایک مصلحت کی وجہ سے ضروری نہیں سمجھا کیونکہ مفتی صاحب کا مقصد عوام کے سامنے مماتیوں کا مکروہ چہرہ سامنے لانا تھا،اگر وہ ان مباحث میں پڑھتے تو وقت ضائع ہوتا اور عوام کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔چلیں ہم اس سوال کا جواب دیتے ہیں تاکہ مماتی رجل معتوہ کو ابن سینا نہ سمجھیں۔

جواب سمجھنے سے پہلے ان اصطلاحات کو سمجھیے۔

"حیات" اور "ماہیت" کی تقسیم

متکلمین اور فلاسفہ نے کہا ہے کہ ہر موجود کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں:

1. ماہیت: یعنی "کیا ہے" شے کی حقیقت، تعریف، جنس و فصل
2. وجود / حیات: یعنی "ہے"–اس ماہیت کا خارجی تحقق

ماہیت کے اعتبار سے حیات کے تین مرتبے بیان کیے جاتے ہیں:

1. ماہیت مخلوطہ: حیات جو مادہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو، جیسے نباتات، حیوانات، انسان کی جسمانی حیات۔ یہ زوال پذیر ہے۔
2. ماہیت مفردہ: حیات جو مادہ سے جدا ہے لیکن کسی بدن سے متعلق ہے، جیسے برزخی حیات۔
3. ماہیت مجردہ: حیات جو بالکل مادہ اور قید سے آزاد ہے، جیسے ملائکہ کی حیات۔

علماء دیوبند "حیات النبی ﷺ" کو کس معنی میں لیتے ہیں؟

ہمارے تمام اکابر علماء دیوبند، خصوصاً مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا زکریا کاندھلوی وغیرہ، "حیات النبی ﷺ" کے قائل ہیں، لیکن اس کو حیات برزخی دنیوی کے طور پر سمجھتے ہیں، نہ کہ حیات دنیوی من کل الوجوہ۔ ان کے نزدیک نبی ﷺ کو اللہ نے برزخ میں حیاتِ حقیقیہ عطا فرمائی ہے، جس میں:

- آپ ﷺ سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں۔
- یہ حیات، دنیوی حیاتِ مخلوطہ نہیں، بلکہ ماہیت مفردہ کے قریب ہے—یعنی بدنِ مبارک کے ساتھ برزخی تعلق والی حیات، جس میں کھانا پینا، بیماری، موت کے لوازمات نہیں۔
- اسے وہ "حیاتِ انبیاء فی قبورھم" والی حدیث سے ثابت کرتے ہیں: "الأنبیاء أحیاء فی قبورھم یصلون"

لہذا ہمارے ہاں یعنی علمائے دیوبند کے ہاں "حیات النبی" سے مراد حیاتِ برزخیہ حقیقیہ ہے، نہ مجردہ بالکل، اور نہ مخلوطہ دنیوی۔

"ماہیت مقید ہو جائے تو تعبیر فرد کے ساتھ ہوتی ہے"—فرد حقیقی یا فرد اعتباری؟

جب ماہیت کو کسی قید، زمان، مکان، یا اضافت سے مقید کیا جائے تو وہ اب مطلق کلی نہیں رہتی، بلکہ متشخص ہو جاتی ہے۔ منطق و کلام میں اس متشخص کو "فرد" کہتے ہیں۔

اب یہاں دو احتمال ہیں:

- فرد حقیقی: وہ فرد جو خارج میں مستقل وجود رکھتا ہے، محسوس یا متصور ہو سکے۔ جیسے "زید" ایک فرد حقیقی ہے۔

- فرد اعتباری: وہ فرد جو ذہن کے اعتبار سے متشخص ہو، لیکن خارج میں مستقل وجود نہ رکھے، بلکہ کسی کلی کی نسبت سے سمجھا جائے۔ جیسے "انسانِ مطلق" کو جب "اس وقت" سے مقید کریں تو یہ فرد اعتباری بنے گا۔

اس مسئلہ میں مراد فرد اعتباری ہے، کیونکہ:

ماہیت بذاتِ خود کلی ہے۔ جب اسے "قید" لگتی ہے تو وہ خارج میں ایک مخصوص مصداق بنتی ہے، لیکن یہ تشخص عقل و اعتبار سے ہے، نہ کہ ماہیت خود بدل گئی۔ فلسفہ میں اسے "تشخص بالعوارض" کہتے ہیں۔

لہٰذا "حیات النبی" کی بحث میں جب ہم کہتے ہیں "نبی ﷺ کی حیات"، تو یہاں "حیات" ماہیت ہے، اور "نبی ﷺ" کی نسبت اسے مقید کر دیتی ہے، تو یہ فرد اعتباری بنتی ہے — یعنی "حیاتِ محمدیہ"۔ لیکن خارج میں یہ حیات حقیقی ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا وجود حقیقی ہے۔

بہر حال پورا مناظرہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم پورے اہل السنت کی طرف سے مفتی ندیم محمودی صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ان کی لمبی زندگی کے لیے خدا تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اہل حق کا یہ شیر سلامت با کرامت ہو تا کہ اہل باطل آرام سے سو نہ سکیں۔ آمین یارب العالمین

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد کے اعتراضات کا جائزہ

حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ہم حافظ ابن القیم اور ان کے اتباع سے ان کے پیش کردہ اصول کے مطابق یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بجائے بیس نفوس کے، دس نفوس سے اور بجائے دس نفوس کے پانچ نفوس سے باحوالہ کسی صحیح صریح اور متصل روایت سے ثابت کریں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو ایک قرار دیاہے اور اس کے لیے قرن اسرافیل علیہ السلام تک مہلت ہے دیدہ باید۔“

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۱۱۸)

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد اِس پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس میں قرن اسرافیل تک مہلت دینا ان کی فیاضی ہے کیوں کہ اس وقت تک تو موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا... البتہ موصوف سماع موتی کے قائل ہیں ان کے عقیدہ کے مطابق ان کو سنانا ممکن ہو سکتا ہے (اناللہ) ویسے ایک بات ہے یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی، کیا کوئی غیر متصل بھی صحیح ہوتی ہے ؟۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۷۶)

الجواب:

(۱)...... حکیم صاحب خود مان چکے کہ قرن اسرافیل تک مہلت دینا ان کی فیاضی ہے۔ اس طرح فیاضی کا مظاہرہ تب کیا جاتا ہے جب خود کو کامل یقین ہو کہ اس چیلنج کو نہیں توڑا جا سکتا۔ حکیم صاحب بھی صحابہ کرام سے تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت نہیں کر سکے۔ حکیم صاحب نے اِدہر و اُدہر کی باتوں میں وقت گزار لیا مگر مرکزی و مقصودی چیز / چیلنج کا جواب نہیں دیا۔ بس اتنا کر پائے کہ صحابہ کرام کے متعلق عمدۃ القاری اور عمدۃ الرعایۃ کے حوالے دے چھوڑے۔ ہم اس کے جواب میں شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی درج ذیل عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”جس شخص کا جو قول بھی پیش کیا جائے اس کا صحیح و ثابت ہونا ضروری ہے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ فلاں کتاب مثلاً: تہذیب الکمال، میزان الاعتدال یا تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے، بلکہ اس کے ثبوت کے بعد ہی اسے بطور جزم پیش کرنا چاہیے۔“

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۱۱۵، طبع مکتبہ اسلامیہ)

علی زئی صاب نے دوسری جگہ لکھا:

”محشی نے جو حوالے پیش کئے ہیں، وہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود کے حکم میں ہیں۔“

(علمی مقالات: ۶/ ۸۰، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت اول ۲۰۱۳ء)

اگر اس محشی کے حوالے بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہیں تو حکیم صاحب کے حوالہ بے سند ہونے کے باوجود مردود کیوں نہیں؟!

(۲)...... حکیم صاحب کہتے ہیں: ”موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا۔“

عرض ہے کہ:

(ا) موصوف خود مان چکے: یہ فیاضی ہے۔

(ب) تب جو اہل سنت موجود ہوں گے، وہ دیکھ لیں گے۔

(ج) غیر مقلدین بھی اس طرح کی بات لکھ دیا کرتے ہیں مثلاً مولانا محمد داود ارشد لکھتے ہیں:

”تجربہ کر کے دیکھئے، قیامت تک مہلت ہے۔“

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۲/ ۶۶۰، ۶۵۹...ناشر: مکتبہ اہلِ حدیث)

لہٰذا حکیم صاحب کو اپنا کلام: ”موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا۔“ مولانا داود ارشد کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے۔

(۳)...... رہا مسئلہ سماع موتی! تو گزارش ہے کہ یہ کوئی بے بنیاد نظریہ نہیں بلکہ بخاری وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور یہ نظریہ صرف علمائے اہل سنت دیوبند کا نہیں بلکہ غیر مقلدین کا بھی ہے بلکہ امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جو سماع موتیٰ کا منکر ہے وہ اہلِ حدیث نہیں، معتزلی ہے۔ بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ممکن ہے مردے سلام کا جواب دیں۔ ملاحظہ ہو:

'' تَسْمَعُ الْمَوْتٰی فِی الْقُبُوْرِ سَلاَمَ الزَّائِرِیْنَ وکَلاَمُھُمْ وَیَعْرِفُوْنَ مَنْ یُّسَلِّمُ عَلَیْھِمْ وَمَنْ یَّدْعُوْا لَھُمْ وَیَسْتَأْنسُوْنَ فِیْمَا بَیْنُھُمْ وَنَاسٌ مِّنھم یَصَلُّوْنَ وَیَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ وَیَتزَاوَرُوْنَ وَیَتَلاَقُوْنَ وَیَتَنَعَّمُوْنَ وَیَلْبَسُوْنَ وَیَاکُلُوْنَ مِنْ ثَمَارِ الْجَنَّۃ وَیَشْرَبُوْنَ مِنْ مِیَامَھا وَیَعْلَمُوْنَ بَاَحْوَالِ زَائِرِیْھِمْ وَیَرُدُّوْنَ سَلاَمُھُمْ وَیَرَوْنَ اَشْخَاصُھمْ اِلاَّ اَنَّھُمْ لاَ یَقْدِرُوْنَ عَلَی اَنْ یُّسْمِعُوْا اَصْوَاتُھُمْ اَوْ یُرَوْا اَشْخَاصُھُمْ لِلأَحْیَاءِ کُلَّمَا شَآءُ وْا وَرُبَمَا یُرِیْھِمُ اللّٰہُ لِبَعْضِ الأَحْیَاءِ وَیُسْمِعُھُمْ کَلاَمَھُمْ۔''

(ھدیۃ المھدی من الفقہ المحمدی صفحہ ۵۹)

ترجمہ: قبروں میں مردے زیارت کرنے والوں کا سلام اور ان کا سلام سنتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور آپس میں مانوس ہوتے ہیں۔اُن مُردوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو جو نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں ،ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں،الفت سے پیش آتے ہیں نعمتوں میں رہتے ہیں اور پہنتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور اس کا پانی پیتے ہیں۔ اپنی زیارت کرنے والوں کے حالات جانتے ہیں اور انہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔ان کی شخصیت کو جانتے ہیں البتہ وہ زندوں کو اپنی آواز سنانے اور اپنی شخصیت دکھانے پر قادر نہیں۔ بسا اوقات اللہ بعض زندوں کو مُردے دکھا اور اُن کا کلام سنوادیتا ہے۔

علامہ وحید الزمان کو رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے جگہ جگہ ''امام اہلِ حدیث'' لکھا ہے۔(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۴۵وغیرہ)

علامہ وحید الزمان کے مسلک پر غیر مقلدین کے درجنوں حوالہ جات بندہ کی کتاب '' زبیر علی زئی کا تعاقب''میں موجود ہیں۔

علامہ صاحب آگے لکھتے ہیں:

’’ قَدْ خَالَفَنَا فِیْ سِمَاعِ الْمَوْتٰی الْمُعْتَزِلَۃ ... وَبَعْضُ الْمُنْتَحِلِیْنَ مِمَّنْ سَمّٰی بِأَھلِ الْحَدِیْثِ نَفْسَہٗ وَلَیْسَ مِنْ أَھلِ الْحَدِیْثِ ۔‘‘

ترجمہ: سماع موتی کی بابت ہم سے معتزلہ نے اور بعض نام نہاد خود کو اہلِ حدیث کہنے والوں نے اختلاف کیا۔ حالاں کہ وہ اہلِ حدیث نہیں۔

(ھدیة المھدی من الفقه المحمدی صفحہ ۶۰)

سماع موتی کے متعلق اس طرح کے مزید حوالہ جات بندہ کی کتاب ’’فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع‘‘ جلد اول میں دیکھ سکتے ہیں۔ حکیم صاحب وغیرہ آلِ غیر مقلدیت مسئلہ تین طلاق میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ سماع موتی اور حیات قبر کے متعلق اُن کی کتاب ’’کتاب الروح‘‘ کو پڑھ لیں، آنکھیں کھل جائیں گی، ان شاء اللہ۔

(۴)...... حکیم صاحب نے حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ للہ کے متعلق لکھا:

’’یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی کیا کوئی غیر متصل صحیح بھی ہوتی ہے ؟۔‘‘

(احسن الابحاث صفحہ ۷۶)

عرض ہے کہ صحیح کے بعد متصل کا لفظ تاکید کے لیے ہے۔ ہر زبان میں اس کی مثالیں مل جاتی ہیں کہ بعد والا لفظ کبھی پہلے لفظ کی تاکید ہوا کرتا ہے۔ حکیم صاحب نے حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ پر توطنز کر دیا مگر یہ خیال نہیں کیا کہ اس طرح کی بات کئی نامی گرامی غیر مقلدین نے بھی لکھی ہوئی ہے۔

غیر مقلدین کے ہاں ’’خطیب الہند‘‘ کا لقب پانے والے مصنف اور شیخ مولانا محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں:

’’احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد سے ارواح کا ان راتوں میں آنا بھی ثابت نہیں۔‘‘

(درود محمدی صفحہ ۲۹، اشاعت: اگست ؍ ۱۹۹۰ء، ناشر: مولانا ثناء اللہ امر تسری اکیڈمی دہلی: ۶)

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’اس حدیث کی سند صحیح اور متصل ہے۔‘‘

(مشکوۃ مترجم: ۲؍۲۹۶)

غیر مقلدین کی کتاب میں لکھا ہے:

"مولوی صاحب کو کوئی ایسی صریح، صحیح، مرفوع متصل حدیث پیش کرنی چاہیے۔"

(تذکرۃ المناظرین حصہ اول صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے سفیان ثوری کی تدلیس کو وجہ ضعف قرار دیا تو ان کے استاذ شیخ محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد نے اُن کی تردید میں مفصل مضمون لکھا، جس میں درج ذیل بات بھی ہے:

"اگر اس موقف کو سامنے رکھ کر ہم دواوین حدیث کو تلاش کرنا شروع کر دیں تو بہت سی روایات جن کو سلف سے لے کر خلف تک صحیح و متصل قرار دیتے آئے ہیں، ان میں سے اچھی خاصی تعداد ضعیفہ بن جائے گی۔"

(مقالاتِ راشدیہ: ۱/۳۲۸)

راشدی صاحب نے اس عبارت میں صحیح کے بعد متصل کا لفظ لکھا ہے۔

حافظ عبد القادر روپڑی غیر مقلد نے دَوران مناظرہ بریلوی مناظر سے کہا:

"آپ نے ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع، متصل غیر مجروح حدیث رسول ... پیش نہیں کی۔"

(تذکرۃ المناظرین حصہ دوم صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

اس عبارت میں "صحیح" کے بعد "متصل" ہے اور "غیر مجروح" بھی۔ حکیم صاحب کی ذہنیت کا کوئی بندہ یہاں بھی بول اُٹھے گا کہ صحیح کے بعد متصل کیوں کہا اور پھر صحیح مان لینے کے بعد غیر مجروح لکھنے کی کیا تُک ہے!؟

عبد القادر روپڑی نے آگے کہا:

"کسی صحیح، مرفوع، متصل حدیث سے ثابت کر دیں۔"

(تذکرۃ المناظرین حصہ دوم صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حدیث کا صحیح مرفوع اور متصل ہونا ضروری ہے۔"

(تفسیری حواشی صفحہ ۳۱۱)

علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد نے یوسف صاحب کی مذکورہ عبارت اپنی کتاب "عظمت حدیث صفحہ ۲۵، نعمانی کتب خانہ، اشاعت: جنوری/۲۰۰۱ء" میں نقل کی ہے۔ لہذا یہ حوالہ عراقی صاحب کی مذکورہ کتاب میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"باسند صحیح متصل... قطعاً ثابت نہیں ہے۔"

(علمی مقالات: ۶/۴۵۷، سن اشاعت: ۲۰۱۳ء، مکتبہ اسلامیہ)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"تنبیہ: مروجہ غنیۃ الطالبین کے نسخے کی صحیح و متصل سند میرے علم میں نہیں ہے۔"

(توضیح الاحکام: ۲/۴۲۱)

بلکہ علی زئی صاحب نے توصیح کے بعد متصل کا لفظ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف بھی منسوب کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"امام شافعی نے فرمایا: اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث کی سند صحیح و متصل ثابت ہو جائے تو یہ سنت ہے۔"

(علمی مقالات: ۶/۴۴۹)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"پھر جب محدث مبارک پوریؒ، اور امام بیہقیؒ نے اسی عبارت میں امام ابن خزیمہؒ سے نقل کیا ہے:۔"ھذا اسناد متصل" و "اسناد صحیح متصل" کہ یہ سند صحیح اور متصل ہے۔ تو پھر سند میں تدلیس کا اعتراض و الزام بے معنی ہے۔"

(توضیح الکلام صفحہ ۴۳۷)

اثری صاحب نے دوسری کتاب میں لکھا:

"مسانید و سنن میں اس نوعیت کی احادیث مذکور ہیں، ائمہ حدیث نے انہیں صحیح متصل قرار دیا ہے۔"

(مقالاتِ اثری: ۶/۱۱۵)

شیخ خبیب اثری غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے متعلق لکھا:

"ایسا نسخہ ڈھونڈنا چاہیے تھا جو کاتبِ نسخہ سے لے کر امام بخاری تک صحیح اور متصل سند سے موجود ہوتا۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۹ جنوری تا ۴ فروری ۲۰۱۶ء صفحہ ۲۱)

شیخ غلام مصطفی ظہیر امن پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **هذا اسناد حسن متصل**، یہ سند حسن اور متصل ہے۔"

(فاسئلوا اهل الذکر صفحہ ۵۲۲)

قاضی عبد الرحیم عباس الفیضی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَب ہم اپنے موقف پر صحیح مرفوع متصل السند روایات پیش کرتے ہیں۔"

(صلاۃ نبوی قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں صفحہ ۲۴۰، ناشر: **مکتبة دار الفکر الفیضیةللتحقیق و التالیف الهند**)

قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"حدیث اپنی جگہ صحیح، صریح، مرفوع، متصل ہے۔"

(صلوۃ نبوی صفحہ ۳۱۹، طبع سوم، ناشر: **مکتبة دار الفکر الفیضیةللتحقیق و التالیف الهند**)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام بیہقی کی روایت کردہ یہ حدیث بالکل صحیح و متصل ہے اس صحیح و متصل سند کے سامنے آنے کے بعد... کسی بھی اور سند کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے۔"

(چار دن قربانی کی مشروعیت صفحہ ۱۸، ناشر: اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئ، اشاعت: ۲۰۱۳ء)

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"یہ حدیث بالکل صحیح اور اس کی سند بھی متصل ہے۔"

(چار دن قربانی کی مشروعیت صفحہ ۲۹، ناشر: اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئ، اشاعت: ۲۰۱۳ء)

سنابلی صاحب نے اپنی ایک اور کتاب میں لکھا:

"ہمارے پاس اس سلسلے میں کوئی ایک بھی صحیح و متصل روایت نہیں ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۷۴۳)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی صحیح مرفوع متصل حدیث اس پر گواہ ہے۔"

(تحفہ حنیفہ صفحہ ۴۸۲، نعمانی کتب خانہ لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۶ء)

شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح ہے، مرفوع ہے، متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۱۷۷، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح، صریح، مرفوع متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۷۴، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"اس روایت میں سب سے ظاہر علت اس کا مرسل ہونا ہے جو صحیح صریح مرفوع متصل کے مقابلے میں ہرگز حجت نہیں ہو سکتی۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۷۸، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/

۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”حدیث اپنی جگہ صحیح وصریح مرفوع متصل ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۸۷، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”یہ حدیث صحیح ہے، صریح ہے، مرفوع متصل ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۲۰، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”یہی حدیث صحیح صریح مرفوع متصل ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۲۰، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”یہاں نص صریح مرفوع متصل موجود ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۱۵، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”اس کی تفصیل صحیح صریح مرفوع متصل حدیث ابوحمید میں مذکور ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۳۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ عنوان قائم کرتے ہیں:

”صحیح صریح مرفوع متصل حدیث۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۳۷، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ر ۲۰۱۲ء)

ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ثابت ہوا کہ یہ سند صحیح و متصل ہے۔“

(یزید بن معاویہ اور جیش مغفور لھم صفحہ ۴۱، شائع کردہ ابو جابر سلفی لائبریری)

غیر مقلدین کے رسالہ ”محدث“ میں لکھا ہے:

”عرض یہ ہے کہ دامانوی صاحب اپنے دعووں پر کوئی قابلِ اعتبار صحیح اور متصل سند والی کوئی روایت پیش کریں، کیوں کہ ان کے بقول بے سند روایت کا وجود اور عدم وجود برابر ہے۔“

(محدث ص ۵۰، ۵۳ بحوالہ یزید بن معاویہ اور جیش مغفور لھم صفحہ ۵۵)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اپنی عبارت میں صحیح کے بعد متصل کا لفظ لکھا تو حکیم صفدر عثمانی غیر مقلد نے یوں طعنہ دیا۔

”یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی کیا کوئی غیر متصل بھی صحیح ہوتی ہے ؟۔“

حکیم صاحب! صحیح کے بعد متصل کا لفظ آپ کے غیر مقلدین: مولانا محمد جونا گڑھی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، شیخ صلاح الدین یوسف، علامہ عبد الرشید عراقی، شیخ محب اللہ شاہ راشدی، حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا ارشاد الحق اثری، شیخ خبیب اثری، شیخ غلام مصطفی ظہیر، قاضی عبد الرحیم عباس الفیصل، شیخ زبیر علی زئی، شیخ کفایت اللہ سنابلی، مولانا داود ارشد، شیخ رضاء اللہ عبد الکریم اور ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی نے بھی لکھا ہے تو کیا ان کی بابت کہو گے کہ انہیں اتنا علم بھی نہ تھا کہ صحیح کے بعد متصل لفظ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بالفاظ دیگر جس قدر علم ایک حکیم کو ہے اس قدر ان علمائے غیر مقلدیت کو نہیں!!؟

شیخ زبیر علی زئی کی تصریح کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ نے صحیح کے بعد متصل اور شیخ غلام مصطفی ظہیر کے کی تصریح کے مطابق امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حسن کے بعد متصل کا لفظ ارشاد فرمایا تو حکیم صاحب ان کی

بابت بھی طعن امیز جملہ دہرائیں گے کہ ان کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی مگر انہیں یہ نہیں پتہ چل سکا کہ صحیح اور حسن کے بعد متصل کہنا غیر ضروری ہے؟

خرم شہزاد محمدی غیر مقلد کی کتاب میں "مکتبۃ التحقیق والتخریج کا پختہ عزم عنوان" کے تحت مذکور ہے:

"(۳) قرآن وسنت (حدیث)، صحیح، حسن، صریح متصل مرفوع، غیر مجروح، احادیث سے استدلال اور ضعیف اور مردود روایات سے مکمل اجتناب کیا جائے۔(۴) متصل مرفوع، صحیح حدیث کے مقابلے میں موقوف روایت حجت نہیں۔"

(اصولِ حدیث واصولِ تخریج صفحہ ۴، مکتبۃ التحقیق والتخریج، اشاعتِ اول: اپریل ر۲۰۱۷ء)

اس عبارت میں نہ صرف صحیح کے بعد متصل ہے بلکہ صحیح کے بعد غیر مجروح کا اضافہ بھی ہے۔شاید حکیم صاحب جیسا کوئی مہربان یہاں بھی اعتراض کر دے کہ صحیح کے بعد متصل لکھنے کی کیا ضرورت تھی، پھر صحیح لکھ دینے کے بعد غیر مجروح کی وضاحت کس لئے کی گئی؟

حکیم صاحب! چند مزید حوالے ملاحظہ کریں۔

شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس پر لاتعداد احادیث صریح صحیح مرفوع متصل موجود ہیں۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۰۳، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ر ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"یہ روایت ضعیف ومنکر ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح مرفوع متصل روایات کے مخالف ہے، اس لئے لائق استدلال نہیں۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۱۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ر ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"صحیح مرفوع متصل احادیث موجود ہیں۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۱۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ۲۰۱۲ء)

مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصلہ غیر معللہ ولا شاذہ ملاحظہ فرمائیے۔"

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۷۸۷، ترتیب: ابو الحسن مبشر احمد ربانی، مکتبہ قدوسیہ لاہور، سن اشاعت: ۲۰۱۰ء)

عفیف صاحب آگے لکھتے ہیں:

"احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصلہ قویہ معتبرہ ملاحظہ فرمائیے۔"

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۷۸۹)

عفیف صاحب نے مزید لکھا:

"حدیث کی نصوصِ صریحہ صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے پیش نظر یہی صحیح ہے کہ..."

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۸۰۸)

فتاوی محمدیہ کے سرورق پہ عفیف صاحب کو "حضرت العلام" لکھا ہوا ہے۔

حضرت مولانا صفدر رحمہ اللہ اور شیخ رضاء اللہ مدنی وعفیف صاحب کی عبارت میں واضح فرق ہیں، وہ یہ کہ حضرت صفدر رحمہ اللہ نے لکھا:

"صحیح صریح اور متصل روایت"

جب کہ شیخ رضاء اللہ مدنی نے لکھا:

"لاتعداد احادیث صریح صحیح مرفوع متصل"

اسی طرح عفیف صاحب نے کہا:

"احادیثِ صحیحہ... نصوصِ صریحہ..."

"متصلہ قویہ معتبرہ"۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت مولانا صفدر رحمہ اللہ کی عبارت میں واحد لفظ "روایت" ہے جب کہ شیخ رضاء اللہ نے لاتعداد احادیث صحیحہ کی بابت متصل کا لفظ لکھا۔ اسی طرح عفیف صاحب کی تحریر میں بھی جمع کے الفاظ

”احادیث اور نصوص“ ہیں۔ حضرت صفدر صاحب رحمہ اللہ نے متصل کے بعد قوی اور معتبر نہیں لکھا، جب کہ عفیف صاحب نے متصلہ کے بعد قویہ بھی کہا اور معتبرہ بھی۔ مزید یہ کہ حکیم صاحب کی نقل کے مطابق حضرت صفدر رحمہ اللہ نے ایک بار صحیح کے بعد متصل کہا جب کہ عفیف صاحب نے تین بار صحیحہ کے بعد متصلہ کہا اور رضاء اللہ صاحب نے بھی کئی بار صحیح کے بعد متصل لفظ لکھا۔ اتنے فروق کے باوجود مفتی عبید اللہ صاحب ”عفیف“ کہلائے جائیں اور شیخ رضاء اللہ ”مدنی“ لاحقہ کے ساتھ متعارف ہوں اور ان کے مقابلہ میں حضرت صفدر صاحب موردِ الزام ٹھہرائے جائیں تو یہ کیسا انصاف ہو گا!!؟ تلک اذا قسمة ضیزی ۔

(ماخوذ، از مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث)

مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ (آخری قسط)

ایام قربانی

دعویٰ غیر مقلدین

غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ عید کے دن سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کے عصر تک، یعنی عید کے چوتھے دن تک قربانی کرنا سنت ہے، اور عید کے چوتھے دن قربانی کرنا اصل سنت پر عمل ہے۔ نیز اس دن قربانی پر سو شہیدوں کے برابر اجر ملتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت متروک ہو چکی ہے۔ دیکھیے ان کی کتاب (فتاوی حصاریہ ج۵ ص۳۱۷)

غیر مقلدین کے دلائل (وسوساتی استدلالات)

ا= آیتِ کریمہ:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ (سورۃ الحج:۲۸)

استدلال:

اس آیت سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کا ذکر آیا ہے اور اللہ کا ذکر جانوروں پر ذبح کے وقت ہوتا ہے، تو یہاں حلال جانور کے ذبح ہونے کا بیان ہے یعنی مسلمان کو اللہ کے نام کیکر ذبح کرنی چاہیے اور قربانی کیلئے "**ایام معلومات**" کا لفظ ذکر کیا ہے۔ لہٰذا قربانی کے ایام صرف تین نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔

کیونکہ بلاغت کے قاعدے کے مطابق جب جمع قِلّت کی صفت جمع کے صیغے کے ساتھ آئے تو وہاں اس سے تین سے زائد مراد لیے جاتے ہیں، لہٰذا قربانی کے دن چار بنتے ہیں۔

(مسائل قربانی ص۱۹-۲۰، شیخ الحدیث گوجرانوالہ مولانا عبد اللہ صاحب امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان)

جواب: غیر مقلدین اپنے محض زبانی دعویٰ کے مطابق صرف قرآن یا حدیث سے دلیل پیش کریں۔ یہ قاعدہ نہ قرآن ہے نہ حدیث، بلکہ یہ قواعد و اصول کی تقلید ہے۔ لہذا غیر مقلدین اپنے قول کے مطابق اس شرک (تقلید) سے بچیں۔

۲= غیر مقلدین اس آیت کی ایسی تشریح کرتے ہیں جو سنتِ رسول ﷺ کے خلاف ہیں، اسلئے کہ تفسیر ابن کثیر میں حضرت عقبہ بن عامر رض سے "ایام معدودات" کے متعلق مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یوم عرفہ، یوم النحر اور ایام التشریق مسلمانوں کے لیے کھانے، پینے اور ذکر کے دن ہیں۔"

۳= قاعدہ کا رد:

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں چوتھے دن کے جواز کا اشارہ بھی نہیں ہے اور قاعدے کی جواب یہ ہے کہ اول تو آپ کو قاعدے کی پیچھے چھپنا درست نہیں دوسری بات یہ قاعدہ آپ کو یہاں مفید نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: **الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ** (البقرہ:۱۹۷)

کہ حج کے مہینے معلوم ہے تو یہاں "أشهر" جمع قلت ہے "شهر" کا اور اس کی صفت "معلومات" جمع آیا ہے تو غیر مقلدین کے اس قاعدے کے مطابق ان آیات سے تین سے زیادہ مہینے مراد لینے پڑیں گے، جو بالکل باطل ہے کیونکہ بعض کے نزدیک حج کے تین مہینے ہیں اور بعض کے نزدیک دو مہینے اور دس دن مراد ہے لیکن زیادہ کسی کے نزد بھی جائز نہیں۔

دوسری مثال: قرآنِ مجید میں آتا ہے: **فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ** (سورۃ البقرہ، آیت:184)

یعنی جس کے رمضان کے روزے رہ جائیں، وہ دوسرے دنوں میں پورے کرے۔

اس آیت میں "أَيَّامٍ" جمع قلت ہے اور اس کی صفت "أُخَرَ" جمع ہے، تو غیر مقلدین کے نزدیک اس سے تین دن سے زیادہ مراد ہوں گے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ تین سے زیادہ دنوں کا قضاء کرے گا۔ اب اگر کسی کے ایک یا دو دن قضاء ہوں تو اس کا حکم قرآن سے ثابت نہیں ہوگا، حالانکہ اب تک کسی نے ایسا قول نہیں کیا۔

۴: جواب یہ ہے کہ تمام فنون کے قواعد ظنی اور قیاسی ہوتے ہیں، قطعی نہیں ہوتے، تو معلوم ہوا کہ اس آیت سے استدلال ظن اور قیاس پر مبنی ہے، حالانکہ غیر مقلدین کے نزدیک قیاس اور اجتہاد کو ماننے کی وجہ سے تقلید لازم آتی ہے، اور تقلید تو غیر مقلدین کے نزدیک شرک ہے، لیکن اس شرک کے باوجود بھی غیر مقلدین کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان سے نصِ شرعی کو بدلنا درست نہیں۔

دوسرا وسوسہ: اس آیت کی تفسیر میں غیر مقلدین ابن عمرؓ کا قول پیش کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

ثلاثة أيام بعد يوم النحر (تفسير ابن كثير)

جواب نمبر ۱: بحث ایامِ قربانی میں ہے، اور غیر مقلدین وہ قول پیش کرتے ہیں جس میں ابن عمرؓ ایامِ معلومات کی تفسیر کرتے ہیں، جن میں خاص طور پر اللہ کے ذکر کی تلقین کی گئی ہے، اور اس کے بعد تین دن ہیں۔ لہذا یہ قول ایام معلومات کی تفسیر میں ہے، قربانی کے دنوں کے بارے میں نہیں۔

جواب ۲: تفسیر ابن کثیر (۲۴۵/۱ اور ۲۱۷/۳) میں ان دونوں مقامات پر ایامِ معلومات کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ایامِ تشریق کے بارے میں ہے، قربانی کے بارے میں نہیں۔

سوال:

ابن عمرؓ نے ایامِ معلومات کی تفسیر میں ایامِ تشریق یعنی عید کا دن اور اس کے بعد تین دن ذکر کیے ہیں، تو ثابت ہوا کہ یہ ان کے نزدیک قربانی کے دن ہیں۔

جواب: یہ بات غلط ہے، کیونکہ ابن عمرؓ کا قول قربانی کے بارے میں اس طرح منقول ہے:

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الأَضْحَى.

(موطا امام مالک ص 497)

ترجمہ: امام مالکؒ، نافع کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

قربانی عید کے دن کے بعد دو دن تک ہے۔

اسے امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے بھی صحیح کہا ہے (الحق الصریح ج6 ص199) اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اسے صحیح کہا ہے (فتاویٰ علمیہ 179/2)

امام نووی الشافعیؒ (متوفی: 676ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ تَخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ وَيَوْمَيْنِ بَعْدَهُ، وَرُوِيَ هَذَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

ترجمہ: اور امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ قربانی یوم النحر (عید کے دن) اور اس کے بعد دو دنوں کے ساتھ خاص ہے، اور یہی قول حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت

علیؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے۔

جواب ۲: تفسیر ابن کثیر میں ابن عمرؓ سے اس قول کے علاوہ اس بارے میں دیگر اقوال بھی منقول ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایامِ معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ایامِ معلومات سے مراد قربانی کے دن اور اس کے بعد دو دن ہیں (ابن کثیر 3/217)

تو حضرت ابن عمرؓ کے اقوال ایامِ تشریق کے بارے میں مختلف ہیں۔ لیکن قربانی کے بارے میں ان کا وہی قول ہے جو امام مالکؒ اور امام نوویؒ نے نقل کیا ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

تیسرا وسوسہ: حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وَيُرْوَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهَا يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ

(تفسير معالم التنزيل، البغوي)

ترجمہ: اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ہیں۔

جواب ا: حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ایامِ معلومات کے بارے میں ہے، جن میں خصوصیت کے ساتھ اللہ کے ذکر کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین نے لکھا ہے:

وَأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتِ هِيَ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ

کہ ایامِ معلومات ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔

جواب ۲: تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هِيَ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ، اذْبَحْ فِي أَيِّهِنَّ شِئْتَ، وَأَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا

(تفسير ابن كثير، تفسير سورة البقرة، آية 203)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تین دن ہیں، یوم النحر اور اس کے بعد دو دن، تم جس دن چاہو ذبح کرو، اور ان میں پہلا دن افضل ہے۔

چوتھا وسوسہ: حافظ ابن قیمؒ اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا قول چار دنوں پر بھی مشتمل ہے۔

جواب: یہ قول بے سند ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔ ہمارا غیر مقلدین کو چیلنج ہے کہ اس کی سند صحیح ذکر کریں۔

ورنہ غیر مقلدین کا یہ اصول ہے کہ بلا سند بات قابل تکذیب ہے۔

(مجموعہ مقالات بر سلفی تحقیقی جائزہ)

پانچواں وسوسہ: غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا عبد اللہ صاحب، امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان لکھتے ہیں:

"نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی فرمان ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں آرڈر جاری کیا تھا کہ قربانی کے دن چار ہیں"

(مسائلِ قربانی، ص23، ناشر: مجلس دعوت اہلحدیث، اردو بازار گوجرانوالہ)

جواب: یہ غیر مقلدین کا خالص دعویٰ ہے، اور نہایت سخت دعویٰ ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جارہاہے۔ حالانکہ اس قول کے ساتھ کوئی سند ذکر نہیں کی گئی، نہ کسی معتبر حدیث یا آثار کی کتاب سے حوالہ دیا گیاہے، بلکہ صرف دعویٰ نقل کر دیا گیاہے۔

چیلنج: غیر مقلدین سے مطالبہ ہے کہ:

اس قول کی معتبر سند پیش کریں۔

یا کم از کم ضعیف سند ہی نقل کر دیں۔

اور یہ بھی واضح کریں کہ یہ قول کس کتابِ آثار یا حدیث میں موجود ہے دیدہ باید۔۔۔!

چھٹا وسوسہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایامِ معلومات عید کا دن اور اس کے بعد تین دن ہیں۔

جواب نمبر ۱: اس قول میں بھی قربانی کا کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ ایامِ معلومات کی تفسیر بیان کی گئی ہے، جن میں اللہ کے ذکر کی تلقین کی گئی ہے، اور اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو ابن کثیر میں موجود ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ، وَالأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ أَيَّامُ الْعَشْرِ

(تفسیر ابن کثیر 1/244)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایامِ معدودات ایامِ تشریق ہیں، اور ایامِ معلومات عشرہ (ذوالحجہ کے دس دن) ہیں۔

یعنی ایامِ معلومات ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور اسی طرح ایک اور جگہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ ایامِ معلومات ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ (صحیح البخاری 1/132)

اب غیر مقلدین کو چاہیے کہ پھر وہ قربانی ذوالحجہ کے پہلے دن سے شروع کریں تاکہ ایامِ معلومات کی تفسیر پر مکمل عمل ہو۔

جواب نمبر ۲: قربانی کے بارے میں علامہ ماردینی (المتوفی: 750ھ) نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے:

وَقَدْ ذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ فِي أَحْكَامِ الْقُرْآنِ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ

(296/7)

ترجمہ: امام طحاوی نے احکام القرآن میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ قربانی یوم النحر کے بعد دو دن ہے۔

جواب نمبر ۳: غیر مقلدین کے نزدیک اقوالِ صحابہ اور افعالِ صحابہ حجت نہیں ہیں۔ چنانچہ امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

«موقوف حدیث (دصحابی قول، ناقل) کښې اصل دادے، چه دا حجت نه دے، ځکه چه دا دصحابه کرامو رضی الله عنهم اقوال او افعال دی»
(الدین الخالص ص81، ج2)

ترجمہ: موقوف حدیث (یعنی صحابی کا قول) اصل میں حجت نہیں ہے، کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال ہیں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

«دا د صحابی اجتهاد دے، دی سره مرفوع حدیث نشته، نو دا د امت دپاره حجت نه دے»

(الحق الصریح 3/76)

ترجمہ: یہ صحابی کا اجتہاد ہے، اس کے ساتھ کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے، لہٰذا یہ امت کے لیے حجت نہیں ہے۔

ساتواں وسوسہ: دوسری آیت پیش کرتے ہیں:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ (سورۃ البقرۃ، آیت: 203)

ترجمہ: اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔

جواب: اس میں قربانی کا ذکر نہیں ہے، پہلے وضاحت ہو چکی ہے کہ اس میں ایامِ تشریق اور ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ اسی وجہ سے غیر مقلدین کے مفسرِ وقت شیخ عبد السلام رستمی صاحب اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ: ددې نه مراد داکثر اهل علمو په نزد د ذوالحجې یوولسمه، دولسمه او دیارلسمه ورځ ده، او دی ته ایام منی او ایام تشریق ویلی شی۔

(تفسیر احسن الکلام، ج2، ص96، تحت هذه الآية)

ترجمہ: ایامِ معدودات سے مراد اکثر اہلِ علم کے نزدیک ذوالحجہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ ہے، اور ان کو ایامِ منیٰ اور ایامِ تشریق کہا جاتا ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

«نو معلومه شوه چه یوم النحر د ایام معلوماتو نه ده او د ایام معدوداتو نه نده»

ترجمہ: پس معلوم ہوا کہ یوم النحر ایامِ معلومات میں داخل ہے اور ایامِ معدودات میں سے نہیں۔

مشہور غیر مقلد عبد اللہ فانی صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

«ددی نه مراد هغه دری ورځی د منی دي چه یوولسمه، دولسمه، دیارلسمه ده»

(تفسیر لامثال 1/115، تحت هذه الآية)

ترجمہ: اس سے مراد منیٰ کے وہ تین دن ہیں جو گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ ہیں۔

امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

«د ایام معدودات نه مراد د ابن عباس رضی الله عنهما په وینا د تشریق ورځی دي»

(تفسیر فہم القرآن ص62، تحت هذه الآیة)

ترجمہ: ایامِ معدودات سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ایامِ تشریق ہیں۔

اور ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

«په سورة حج آیت 28 کښې یې أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ ویلي دي او دلته مَعْدُودَاتٍ(نو څه وجه ده؟)

وجه داده چه هلته د ذبح ورځی مراد دي او هغه عربو پېژندلی دي چه داختر ورځ او د هغې نه وروسته ورځی دي، او دلته د شیطانانو د ویشتو ورځې مراددي، او په دې کښې د جاهلیت والو اختلاف وو... ددې نه دا هم معلومه شوه چه معدودات داختر د ورځی نه علاوه وروسته دری ورځی مراددي، او معلومات نه داختر د ورځی سره دری ورځی مراددي، یعنې آخری دیارلسمه ورځ په معلومات کښې نه ده داخله»

(حکمة القرآن 2/345، تحت هذه الآیة)

ترجمہ: سورۃ حج آیت 28 میں "ایامِ معلومات" کہا گیا ہے اور یہاں "معدودات"، تو فرق کیا ہے؟

فرق یہ ہے کہ وہاں ذبح کے دن مراد ہیں، جنہیں عرب جانتے تھے کہ وہ عید کا دن اور اس کے بعد کے دن ہیں، اور یہاں شیطان کو کنکریاں مارنے کے دن مراد ہیں، اور اس میں جاہلیت والوں کا اختلاف تھا... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایامِ معدودات عید کے دن کے علاوہ اس کے بعد کے تین دن ہیں، اور ایامِ معلومات سے عید کے دن کے ساتھ تین دن مراد ہیں، یعنی آخری تیرہواں دن ایامِ معلومات میں داخل نہیں ہے۔

ناظرینِ کرام! آپ خود ان حوالوں کو دیکھیں کہ امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے یہاں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہاں قربانی کے دن مراد نہیں ہیں۔ اور اگر مراد بھی لیا جائے تو ایامِ معدودات میں عید کا پہلا دن شامل

نہیں ہوتا، بلکہ عید کے بعد (یعنی 11 ذوالحجہ) سے اس کی ابتدا ہوتی ہے۔

لیکن غیر مقلدین کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے سیلاب بہا کر لے جا رہا ہو، وہ کبھی ایک تنکے کو پکڑتا ہے اور کبھی دوسرے کو، حالانکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، مگر پھر بھی اپنے آپ کو تسلی دیتا رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی غیر مقلدین ایسی چیزوں سے استدلال کرتے ہیں جو ان کے لیے بالکل غیر مفید ہیں، لیکن پھر بھی اپنے آپ کو اور اپنے ناواقف عوام کو تسلی دینے کے لیے بے جا استدلال کرتے ہیں، سبحان اللہ۔

آٹھواں وسوسہ:

حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ عَرَفَاتٍ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَكُلُّ مُزْدَلِفَةَ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ، وَكُلُّ فِجَاجِ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ» (مسند أحمد 13/316، حدیث جبیر بن مطعم، و صحیح ابن حبان)

(الحق الصریح ج6 ص198، لأمين الله البشاوری)

ترجمہ: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سارا عرفات وقوف کی جگہ ہے، اور بطنِ عرنہ سے ہٹ جاؤ، اور ساری مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے، اور محسر سے ہٹ جاؤ، اور منیٰ کی تمام گھاٹیاں قربانی کی جگہ ہیں، اور ایامِ تشریق کے تمام دن ذبح کے دن ہیں۔

جواب: یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حالانکہ سلیمان کا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، اور اس بات کا اقرار امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے بھی عملاً کیا ہے دیکھے: (الحق الصریح ج6 ص198)

اور اسی طرح زبیر علی زئی غیر مقلد بھی اقرار کرتے ہیں کہ:

«مسند أحمد والی روایت واقعی منقطع ہے، سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: مرسل یعنی منقطع ہے»

(السنن الکبریٰ 5/239و 9/295)

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے:

«سُلَيْمَانُ لَمْ يُدْرِكْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ» (العلل الکبیر 1/313)

(فتاویٰ علمیہ 2/177)

ترجمہ: سلیمان (بن موسیٰ) نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں پایا۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ انْقِطَاعٌ (زاد المعاد 1/246)

ترجمہ: اس میں انقطاع ہے۔

اور ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

لَكِنَّ الْحَدِيثَ مُنْقَطِعٌ لاَ يَثْبُتُ وَصْلُهُ (ایضاً 2/290)

ترجمہ: لیکن یہ حدیث منقطع ہے، اس کا متصل ہونا ثابت نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهُ مَنَاكِيرُ (تہذیب التہذیب 4/227)

ترجمہ: اس کے پاس منکر روایات ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ (تہذیب التہذیب 4/227)

ترجمہ: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

پس یہ روایت بالاتفاق منقطع قرار پائی۔

اعتراض: دارقطنی (1/544) میں یہ حدیث موصول ذکر کی گئی ہے اور مزید لکھا گیا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

جواب: یہ درست نہیں، کیونکہ ہم کسی کی بات بلا دلیل قبول نہیں کرتے۔ اس سند میں سوید بن عبد العزیز ہے اس کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔

امام ابن معین فرماتے ہیں: لا شیء۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ منکر روایات بیان کرتا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث میں منکر روایات ہیں، اور فرمایا: فيه نظر، یعنی اس سے روایت لینا قابل اعتماد نہیں۔

یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ نے اسے ضعیف الحدیث کہا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسے لین الحدیث کہا۔

اسی طرح امام ترمذی، امام احمد، امام حاکم، امام خلال، امام ابو بکر البزار، اور امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہ سب نے اس کو ضعیف قرار دیا:

وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِثِقَةٍ، وَقَالَ مَرَّةً: لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ مَرَّةً: ضَعِيفٌ، وَقَالَ مَرَّةً: لاَ يَجُوزُ فِي الضَّحَايَا، وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ: رَوَى أَحَادِيثَ مُنْكَرَةً، وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: فِي حَدِيثِهِ مَنَاكِيرُ أَنْكَرَهَا أَحْمَدُ، وَقَالَ مَرَّةً: فِيهِ نَظَرٌ لاَ يُحْتَمَلُ، وَقَالَ النَّسَائِيُّ: لَيْسَ بِثِقَةٍ، وَقَالَ مَرَّةً: ضَعِيفٌ، وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ: مَسْتُورٌ، فِي حَدِيثِهِ لِينٌ، وَقَالَ مَرَّةً: ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ أَبِيهِ: لَيِّنُ الْحَدِيثِ، فِي حَدِيثِهِ نَظَرٌ، وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: قُلْتُ لِدُحَيْمٍ: كَانَ سُوَيْدٌ عِنْدَكَ مِمَّنْ يَقْرَأُ إِذَا دُفِعَ إِلَيْهِ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ... وَقَالَ أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ فِي كِتَابِ الْعِلَلِ الْكَبِيرِ: سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَثِيرُ الْغَلَطِ فِي الْحَدِيثِ، وَقَالَ الْحَاكِمُ أَبُو أَحْمَدَ: حَدِيثُهُ لَيْسَ بِالْقَائِمِ، وَقَالَ الْخَلاَّلُ: ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبَزَّارُ فِي مُسْنَدِهِ: لَيْسَ بِالْحَافِظِ، وَلاَ يُحْتَجُّ بِهِ إِذَا انْفَرَدَ، وَضَعَّفَهُ ابْنُ حِبَّانَ جِدًّا، وَأَوْرَدَ لَهُ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ۔

(تہذیب التہذیب 4/276)

ابن معین نے کہا: یہ ثقہ نہیں۔ ایک جگہ کہا: کچھ بھی نہیں۔ ایک جگہ کہا: ضعیف ہے...

(باقی تفصیل میں تمام ائمہ نے اسے ضعیف اور ناقابلِ اعتماد قرار دیا ہے)

اسی طرح دار قطنی کی دوسری سند میں "عمرو بن ابی سلمہ" ہے:

امام ابن معین فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: اس کی حدیث سے حجت لینا صحیح نہیں۔

امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کی حدیث میں وہم ہے۔

امام ساجی فرماتے ہیں: ضعیف ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں: اس نے باطل روایات نقل کی ہیں۔

اسی طرح "عمرو بن دینار" والی سند میں احمد بن عیسی الخشاب (کذاب، وضاع) موجود ہے، اور عمرو بن دینار کا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔ اور اس سند میں مزید متکلم فیہ رواۃ بھی ہیں۔

مزید یہ کہ یہ روایت مختلف کتب میں اس سند سے بھی مروی ہے:

«سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ»

اس کے بارے میں امام بزار فرماتے ہیں کہ یہ منقطع ہے، کیونکہ عبد الرحمن بن ابی حسین کا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں:

(تلخیص الحبیر ص15، الدرایہ 2/215، نصب الرایہ 4/213)

زبیر علی زئی غیر مقلد بھی لکھتے ہیں:

« یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

1: حافظ البزار نے کہا: وابن ابی حسین لم یلق جبیر بن مطعم (البحر الزخار 8/364, نصب الرایہ 3/61, التمہید 10/283)

2: عبد الرحمن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ راوی مجہول الحال ہے »

(فتاوی علمیہ 2/178)

یہ حدیث جتنے بھی طرق سے مروی ہے، ان سب میں نقص موجود ہے، اور اس کا اعتراف غیر مقلد عالم مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے بھی کیا:

«اس حدیث کے تمام طرق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے »

(فتاوی علماء حدیث 13/ 169)

پھر مزید لکھتے ہیں:

« بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور جبیر بن مطعم کی حدیث اور اس پر جرح میں صرف کر دیتے ہیں، حالانکہ جبیر بن مطعم کی حدیث استدلال کی بنیاد پر نہیں بلکہ مؤید ہے »

(فتاوی علماء حدیث 13/ 171)

مولانا عبید اللہ عفیف صاحب لکھتے ہیں:

« لیکن ان تمام طرق کو علامہ زیلعی اور امام ابن قیم نے منقطع قرار دیا ہے »

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور، ص24، 31 جولائی، 7 اگست 1987ء)

مولانا محمد بشیر بھوپالی صاحب لکھتے ہیں:

« تیسری دلیل امام شافعی کی ہے۔ ان کی دلیل حضرت جبیر بن مطعم ہے جس میں یہ زیادت ہے۔

وفی کل ایام تشریق ذبح"

جمہور محققین نے تصریح کی ہے کہ یہ زیادت غیر محفوظ ہے، اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے اگر کسی طریق کو ترجیح دی جائے تو اضطراب رفع ہو جاتا ہے، لیکن انقطاع باقی رہتا ہے، کیونکہ کوئی طریق انقطاع سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر کسی طریق کو ترجیح نہ دی جائے تو اضطراب ثابت رہتا ہے اگر کوئی شبہ کرے کہ حافظ نے تخریج ہدایہ میں لکھا ہے **واخرجه الدارقطني من وجهين آخرين موصولين فيهما ضعيف** پس دونوں طرق کی وجہ سے اس حدیث کو تقویت ہو جائیگی۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ طریق کوئی جدید نہیں ہیں بلکہ طرق موجبہ اضطراب ہیں جو سب ضعف میں داخل ہیں اور اگر کوئی کہیے کہ اس باب ابو ھریرہ اور ابو سعید سے بھی روایت ہے کہ

دونوں روایتیں حدیث جبیر بن مطعم کی تقویت کے لیے کافی ہے تو جواب یہ ہے کہ حدیث ابو ھریرہ وابو سعید موضوع ہیں یا شدید الضعف ہے اس لیے تقویت نہیں کرسکتے ہیں اور منقطع و مضطرب جمہور بلکہ کل محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج13 ص178)

حافظ الیاس اثری صاحب لکھتے ہیں:

« یہ سند تو ہم نے تائیداً پیش کی ہے جس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے »

(القول الأنیق ص17)

اعتراض: امین اللہ پشاوری غیر مقلد ایک اور وسوسہ ڈالتے ہیں کہ اگر یہ حدیث منقطع ہو تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کا ایک اور تابع بھی موجود ہے، وہ "عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی حسین" ہیں۔ (الحق الصریح ج۶)

جواب نمبر ا: یہ بہت بڑا تعصب اور مذہبی خیانت ہے کہ اپنے مسلک کے لیے اس قدر بڑی خیانت سے کام لیا جائے۔ چنانچہ خود امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد بھی اس کے بعد یہ اقرار کر چکے ہیں کہ:

« عَلاَّمَةُ زَيْلَعِي فِي نَصْبِ الرَّايَةِ ۳/۶۱ کہتا ہے کہ "عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ" کا "جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ" سے ملاقات نہیں ہوئی »

تو پھر یہاں اپنے بدعی مسلک کو ثابت کرنے کے لیے یہ ناکام کوشش کیوں کی جارہی ہے کہ زبردستی اپنے قول کے مطابق منقطع روایات پیش کی جائیں؟

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ راوی کا نام بھی "عبد اللہ بن عبد الرحمن [بن ابی حسین]" بنا دیا گیا (اگرچہ اس میں ایک محدث سے بھی خطا ہوئی ہے، لیکن اصل میں راوی عبد الرحمن ہی ہیں)۔

حالانکہ یہ عبد الرحمن بن ابی حسین (جو کہ ایک مجہول راوی ہیں، ان کی توثیق کسی نے بیان نہیں کی سوائے ابن حبان کے، نہ ان کی تاریخِ پیدائش معلوم ہے اور نہ تاریخِ وفات) ہیں۔ اگر پھر بھی یقین نہیں آتا اور زبردستی اپنے جہل کو ختم کرنا چاہتے ہو، تو جو حوالہ تم نے "نصب الرایہ" میں دیا ہے، اسی سند کو چیک کرلو۔ اس کی سند یوں ہے:

«عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ... إِلَى آخِرِهِ»

(نصب الرایہ ۳/۶۱)

دوسرا حوالہ تم نے ابنِ حبان کا دیا ہے، ابنِ حبان کی سند بھی ملاحظہ کرو:

«عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ... إِلَى آخِرِه» (ابنِ حبان)

قارئینِ کرام..! آپ خود غور کریں کہ ایک شخص حوالہ دینے کے باوجود ایک راوی کو نہیں پہچانتا، علمِ حدیث اور علمِ اسماء الرجال سے ناواقف ہو، اور اپنے مسلک کو نہایت ضعیف، منقطع اور مردود روایات سے ثابت کرنے میں خیانت سے کام لے — کیا وہ مجتہد العصر ہو سکتا ہے...؟؟؟! فیصلہ آپ پر...!

اور پھر مزید آگے لکھتا ہے کہ:

«لیکن طبرانی نے نافع بن جبير عن أبيه سے نقل کیا ہے، تو انقطاع ختم ہو گیا»

حقیقتِ حال: غیر مقلدین کے کتنے ہی خیانات ہم تمہارے سامنے واضح کر چکے ہیں، اور ان کے اسی طرزِ عمل سے دین میں کتنی بدعات پیدا ہو چکی ہیں...!

امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد نے نصب الرایہ کے جس جلد اور جس صفحہ سے یہ حوالہ دیا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، اسی جلد، اسی صفحہ اور اسی علامہ زیلعیؒ (المتوفی: ۷۶۲ھ) نے اس سے صرف ایک سطر پہلے (اوپر) ایک اور بات لکھی ہے، لیکن امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد نے اس سے آنکھیں بند کر لی ہیں، اور اپنے مسلک اور اپنی کتاب کو چمکانے کے لیے، اس حوالہ سے بالکل صرفِ نظر کیا ہے۔

چلیں! میں تمہیں وہ حوالہ پیش کرتا ہوں، پھر تم خود غیر مقلدین کے حال پر غور کرو کہ وہ اپنے مسلک کے لیے کس قدر خیانتیں کرتے ہیں۔ **اللهم احفظنا من شرورهم**

اس کی حقیقتِ حال علامہ زیلعیؒ (المتوفی: ۷۶۲ھ) امام بزارؒ (المتوفی: ۲۹۲ھ) کے حوالہ سے یوں بیان کرتے ہیں کہ اس سند میں «نافع بن جبیر» کا واسطہ صرف «سوید بن عبد العزیز» نے بڑھایا ہے، اور یہ «سوید» حافظ نہیں ہے (یعنی اس کی حافظہ کمزور تھی) اور یہ «سوید بن عبد العزیز» حجت پکڑنے کے قابل نہیں جب وہ تنہا ہو۔ اصل عبارت ملاحظہ کریں:

«قَالَ الْبَزَّارُ: وَرَوَاهُ سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَقَالَ فِيهِ: عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ، وَهُوَ رَجُلٌ لَيْسَ بِالْحَافِظِ، وَلاَ يُحْتَجُّ بِهِ إِذَا انْفَرَدَ بِحَدِيثٍ»

(نصب الرایہ ۳/۶۱)

بلکہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد بھی اس طرح اقرار کرتا ہے، لکھتا ہے:

روایت نمبر ۳: طبرانی، بزار، بیہقی اور دارقطنی وغیرہ نے «سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ التَّنُوخِيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ» کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ (ایام التشریق کلها ذبح) یعنی ایامِ تشریق میں ذبح ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی سوید بن عبد العزیز ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۶۹۲) حافظ ہیثمی نے کہا: «وَضَعَّفَهُ جُمْهُورُ الأَئِمَّةِ» اور اسے جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔

(مجمع الزوائد ۳/۱۴۷)

تو خلاصہ یہ ہوا کہ امام بزارؒ (المتوفی: ۲۹۲ھ) کے نزدیک یہ روایت منقطع ہے، اور «سوید بن عبد العزیز» نے جو «سلیمان بن موسیٰ» اور «جبیر بن مطعمؓ» کے درمیان «نافع بن جبیر» کا واسطہ بڑھایا اور اس روایت کو متصل بیان کرنا چاہا، تو محدثین نے اس پر جرح کی کہ وہ خود حافظ نہیں تھا، اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور راوی اس بات کی تائید کرتا ہے۔

اس کے بعد امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتا ہے کہ اس روایت کے لیے ایک اور ضعیف شاہد بھی موجود ہے... الخ (الحق الصریح ج۶ ص ۱۹۸)

شاباش...! صحیح روایات ختم ہوگئیں تو اب ضعیف کے ساتھ چمٹ گئے...؟

صاف اقرار کیوں نہیں کرتے کہ ہمارے اہلِ حدیث کے پاس اس مسئلہ میں (دیگر مسائل کی طرح) صحیح اقوال موجود نہیں، تو ہم تمہارے ساتھ گنجائش کر لیتے، لیکن اپنے مسلک کے لیے حق بات کیوں نہیں کہتے؟ تمہیں دل میں اپنے مسلک کے ضعف کا یقین ہے، مگر یہ بدعی مسلک تمہیں حق کہنے پر مجبور نہیں کرتا، العیاذ باللہ...!

اس کے باوجود غیر مقلدین الٹا ہم احناف پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ احناف حق نہیں کہتے، اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں...! یہ بڑی عجیب بات ہے...!

زبیر علی زئی غیر مقلد نے ایک اور روایت بھی ذکر کی ہے اور پھر خود ہی اس کو ضعیف قرار دیا ہے، وہ بھی دیکھیں، لکھتا ہے:

روایت نمبر ۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ:

«عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى أَنَّ عَمْرَو بْنَ دِينَارٍ حَدَّثَهُ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ» (سنن الدار قطنی ۴/۲۸۸۴، السنن الکبریٰ ۹/۲۹۶)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

(۱) اس کا راوی احمد بن عیسی الخشاب سخت مجروح ہے، دیکھئے لسان المیزان (ج ۱ ص ۲۴۰)

(۲) عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعمؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیہ (ج ۲۷ ص ۳۱۷)

مزید پھر لکھتے ہیں:

"تنبیہ: ایک روایت میں «الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ غَيْلَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ» کی سند سے آیا ہے کہ:

«عَرَفَاتُ مَوْقِفٌ، وَادْفَعُوا مِنْ عَرَفَةَ، وَالْمُزْدَلِفَةُ مَوْقِفٌ، وَادْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ»

(مسند الشامیین ۳۸۹/۲، نصب الرایہ ۶۱/۳)

اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اور اس میں ایامِ تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ایامِ تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے، لہٰذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

(فتاویٰ علمیہ ۲/۱۷۹)

واہ سبحان اللہ! جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نواں وسوسہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السّلام نے فرمایا کہ منیٰ کے تمام دن قربانی کا وقت ہیں۔

[نیل الأوطار للشوکانی]

جواب: امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعیدؒ نے جب اسامہ عن عطاء عن جابر کی یہ روایت سنی تو فرمایا: تم گواہ رہو کہ میں نے اسامہ کی حدیث ترک کر دی ہے۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو بالکل ترک کر دیا ہے۔

[تہذیب ۱/۲۰۹]

جواب ۲: اس حدیث میں غیر مقلدین کا عمل بھی نہیں ہے، کیونکہ منیٰ کا آغاز ۸ ذی الحجہ سے ہوتا ہے، تو کیا قربانی کے دن بھی آٹھ ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ پر عمل کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ حدیث میں «كُلُّهَا» کا لفظ موجود ہے، یعنی منیٰ کے تمام دن۔

جواب ۳: حافظ ابن حجرؒ (المتوفیٰ: ۸۵۲ھ) نے حضرت جابرؓ سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

كُنَّا لاَ نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلاَثٍ

ترجمہ: ہم اپنی قربانی کے گوشت میں سے تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔

[فتح الباری ۱۰/۲۲، اعلاء السنن ۱۱/۲۳۸]

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قربانی کے دن صرف تین ہی ہیں۔

دسواں وسوسہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ

جواب ۱: اس پر خود غیر مقلدین کا بھی عمل نہیں، کیونکہ تکبیراتِ تشریق نویں ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں؛ تو کیا قربانی بھی نویں ذی الحجہ سے شروع ہو گی؟ اور اگر نویں کو اس سے خارج کیا جائے تو حدیث میں موجود لفظ «كُلُّهَا» کی مخالفت لازم آئے گی۔

جواب ۲: اس کی سند میں «معاویہ بن یحییٰ الصرفی» ہے، اور وہ انتہائی ضعیف ہے۔

جواب ۳: اس روایت کی سند میں اضطراب ہے۔

جواب ۴: امام ابن ابی حاتمؒ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ:

مُعَاوِيَةُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ هُوَ مَوْضُوعٌ

[اعلاء السنن ۱۷/ ۲۳۷]

الغرض

غیر مقلدین کے پاس اپنی مدعا پر کوئی صحیح، صریح، مرفوع روایت موجود نہیں جسے وہ دلیل بنا سکیں، بلکہ وہ منقطع اور نہایت ضعیف بلکہ موضوع احادیث کے پیچھے چل رہے ہیں، جن میں نہ خود اجتہاد کی کوئی گنجائش ہے اور نہ وہ کسی کے اجتہاد کو مانتے ہیں؛ لہٰذا یہ ان کی خواہش پرستی پر واضح اور صریح دلیل ہے۔

اور جہاں تک تین دن قربانی کا تعلق ہے، تو یہ مضبوط دلائل کے ساتھ واضح ہو چکا کہ تین دن قربانی جمہور کا مسلک ہے۔ امین اللہ پشاوری صاحب کا حوالہ بھی گزر چکا ہے کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ جمہور کا مسلک ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسے ایامُ الذبح کہا جاتا ہے، اور یہ جمہور کے نزدیک دسویں ذوالحجہ سے بارہویں تک ہیں۔"

[حکمۃ القرآن ۸/ ۲۲۸]

غیر مقلدین کے مناظر عبد القادر حصاری صاحب لکھتے ہیں:

"علماء اہلِ اصول نے اصول میں یہ لکھا ہے کہ وجوہِ ترجیح دلائل میں ایک وجہ یہ ہے کہ جس چیز پر جمہور کا اتفاق ہو، وہی معتبر اور راجح ہوتی ہے۔"

[فتاویٰ حصاریہ، ج۵، ص۳۱۶]

الحمدلله رب العالمين فيه كفاية لمن له هداية

خلاصۃ البحث:

الحمد للہ! اس پورے علمی و تحقیقی سفر کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ ایامِ قربانی تین ہی ہیں، اور یہی جمہور امت کا موقف ہے دلائل سے بھی، آثار سے بھی، اور تعاملِ امت سے بھی۔

باطل نے اگرچہ اپنے لیے سہارے تلاش کیے، مگر وہ سہارے یا تو کمزور نکلے، یا ٹوٹے ہوئے، یا دعویٰ و دلیل میں عدم مطابقت ثابت ھو گی یا پھر ایسے کہ خود اپنے بوجھ کو بھی نہ اٹھا سکے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں؛ تاریخِ علم میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ:

حق چمکتا ہے تو باطل کی سیاہی مٹتی ہے
نور آتا ہے تو ظلمت کی کہانی مٹتی ہے

جنہوں نے چار دنوں کا دعویٰ قائم کیا، ان کے دلائل کا جب علمی میزان پر وزن کیا گیا تو وہ ٹھہر نہ سکے۔ کبھی سند نے ساتھ چھوڑ دیا، کبھی دلائل نے دعویٰ سے اور دعویٰ نے دلائل سے شکوے اور اجنبیت کا اظہار کیا کبھی متن میں اضطراب ظاہر ہوا، اور کبھی خود اصولِ استدلال ان کے خلاف کھڑے ہو گئے۔

اس کے برعکس، جمہور کا موقف ایک مضبوط قلعہ کی مانند سامنے آیا — جس کی بنیاد صحیح آثار، معتبر اقوال اور متواتر تعامل پر قائم ہے۔ اور یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر انسان افراط و تفریط سے بچتا ہے۔

وہی چراغ ہے روشن، وہی ہے راہِ ہدایت
جو اہلِ حق نے جلایا، جو اہلِ دل نے بتایا

پس اہلِ انصاف کے لیے اب گنجائش نہیں رہتی کہ وہ کمزور سہاروں کو چھوڑ کر مضبوط دلائل کو اختیار نہ کرے۔ حق واضح ہو چکا، حجت تمام ہو چکی، اور راہ سیدھی کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ ھمیں اپنی صحیح دین اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر موڑ میں ھم سے اللہ تعالیٰ دین کی خدمت اخلاص بابرکت کی توفیق عطا فرمائے۔

عبد الرحمن عابد عفی عنہ ۲ مئی ۲۰۲۶ء
مدرسہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
لیاری سرجانی ٹاؤن کراچی

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۷)

احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں

”لا یعرف“ جرح مقبول ہے، اور نہیں بھی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے لکھا:

”قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ جس طرح امام ابوحاتم نے ”لا یعرف“ کے ذریعہ چیز کا انکار کیا ہے، ٹھیک اسی طرح امام بخاری نے بھی ”لا یعرف“ کے ذریعہ ایک چیز کا انکار کیا ہے۔ لیکن چوں کہ امام بخاری کے انکار سے یزید کا دفاع ہو رہا تھا، اس لئے امام بخاری کے انکار پر زبیر علی زئی صاحب دلیل مانگ رہے ہیں۔ جب کہ ابوحاتم کے انکار کو نہ صرف حجت مان رہے ہیں، بلکہ امام ذہبی کے قول کے خلاف اسے بطور حجت پیش کر رہے ہیں!!!“

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ صفحہ ۱)

جمہور کے خلاف بعض کی جرح کالعدم بھی ہے، اور مؤثر بھی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے علی زئی صاحب کی دو رُخی بتاتے ہوئے لکھا:

”پہلا رُخ: ”ابو غالب نامی ایک راوی پر جرح بھی ہوئی ہے، اور اُن کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ زبیر علی زئی صاحب اس راوی کی ایک روایت کو ”سندہ حسن“ قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں: ”ابو غالب جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث راوی ہیں۔“ (مقالات: ۷۷/۶) دوسرا رُخ: ”جمہور کی توثیق کے خلاف ہر جرح مردود ہوتی ہے۔“ (مقالات: ۱۳۲/۶) سوال یہ ہے کہ کسی راوی سے متعلق جب جمہور کے خلاف ہر جرح بالکیہ مردود ہوتی ہے، تو پھر ”ابو غالب“ ثقہ و صحیح الحدیث کے مرتبے سے گر کر صدوق و حسن الحدیث کیسے ہو گیا، اور اس کی روایت ”صحیح“ کے بجائے ”حسن“ کیوں کر ہو گئی؟؟۔“

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم صفحہ ۵)

سنابلی نے دوسری جگہ شیخ ندیم ظہیر غیر مقلد کو مخاطب کر کے لکھا:

"زبیر علی زئی صاحب امام بزار رحمہ اللہ پر بعض ناقدین کی جرح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "بزار بذاتِ خود متکلم فیہ ہیں۔" (فتاوی علمیہ: ج ا ص ۱۲۱، مجلہ اشاعۃ الحدیث نمبر ۲۳ ص ۲۸)...... جس راوی سے متعلق جرح و توثیق دونوں ہوں، وہ حافظ زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک ثقہ تب مانا جاتا ہے، جب جمہور سے اس کی توثیق ثابت ہو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ جمہور نے امام بزار کی توثیق کی ہے، اور جمہور کے خلاف جرح کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: "جمہور محدثین کے مقابلے میں بعض محدثین کی جرح و تعدیل مرجوح ہوتی ہے۔" (مقالات ج ا ص ۵۳۱) سوال یہ ہے کہ جب جمہور کی توثیق کے مقابلے میں بعض محدثین کی جرح قبول ہی نہیں، بلکہ مردود ہوتی ہے، تو پھر امام بزار آپ کے استاذ ممدوح کی نظر میں "متکلم فیہ" کیسے بن گئے ؟؟۔"

(ندیم ظہیر صاحب کی دوسری تحریر کا جواب صفحہ ۱۹)

علی زئی اُصول سے نہ کوئی حدیث "صحیح" ثابت ہو سکتی ہے، اور نہ ہی ضعیف

شیخ کفایت اللہ سنابلی لکھتے ہیں:

"ہم نے امام بخاری کا یہ نقد پیش کیا تو زبیر علی زئی صاحب حد درجہ عجوبہ گوئی کرتے ہوئے اس کی دلیل طلب کرنے لگے۔ ہم نے بار بار وضاحت کی کہ جناب! ناقدین جب اثباتِ سماع یا انکار سماع و لقاء کا فیصلہ کرتے ہیں تو اُن کے اس طرح کے فیصلے حجت ہوتے ہیں، اس معاملے میں ان کے فیصلوں پر دلیل طلب نہیں کی جاتی، اور اگر دلیل طلب کی جانے لگی تو پھر دنیا کی کسی ایک حدیث کو بھی صحیح یا ضعیف ثابت کرنا محال و ناممکن ہے۔ بلکہ ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ اپنے اس اصول سے کسی ایک حدیث کو بھی صحیح یا ضعیف ثابت کرکے بتائیں، لیکن زبیر علی زئی صاحب نے ہمارے اس مطالبے کو پورا نہیں کیا، بلکہ اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا۔"

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم صفحہ ۱۴)

سنابلی صاحب نے کہا: "ان کے فیصلوں پر دلیل طلب نہیں کی جاتی۔" یعنی محدثین کے فیصلے بلا دلیل مانے جاتے ہیں۔ اور غیر مقلدین کی کتابوں میں یہ بات بھی درج ہے کہ بلا دلیل کسی کی بات ماننا "تقلید" ہے۔ جس کا

مطلب یہ ہوا کہ تقلید بہت بڑی ضرورت ہے، اس کے بغیر کسی حدیث کو نہ تو صحیح ثابت کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی ضعیف۔

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”یاد رہے کہ کہ ائمہ نقاد کا یہ کہنا: فلاں نے فلاں سے سنا نہیں۔ فلاں کی فلاں سے ملاقات نہیں یا اس طرح کے فیصلے دینا حجت و دلیل کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ جب ہم کسی سند کو منقطع بتلاتے ہیں تو کسی امام سے محض یہ قول نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ اس راوی نے فلاں راوی سے نہیں سنا، وغیرہ وغیرہ۔ یہاں پر یہ مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ ناقد کے فیصلے کی سند پیش کرو، یعنی اس نے جو یہ کہا ہے کہ فلاں نے فلاں سے نہیں سنا تو اس کی سند پیش کرو، کیوں کہ یہ فیصلہ ایک ناقد کا ہے، اور ائمہ نقاد کے اس طرح کے فیصلے بجائے خود دلیل ہوے ہیں۔ خود موصوف کی تحقیقی کتب سے ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، جہاں انقطاع سند کا حکم لگایا گیا ہے، اور دلیل میں کسی ناقد امام کا اپنا قول ہی پیش کیا گیا ہے۔“

(یزید بن معاویہ...... صفحہ ۷۹،۷۸)

مذکورہ عبارت سنابلی کے رسالہ ”ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم ۱۵“ پہ بھی ہے۔

سنابلی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”الغرض امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک خاص مقام پر دو صحابہ کی عدم ملاقات کی جو بات کہی ہے تو اس بات کا تعلق محدثین و ناقدین کے فن سے ہے۔ محدثین و ناقدین کو یہ اتھارٹی حاصل ہے کہ وہ دو رواۃ کے مابین عدم سماع یا عدم معاصرت یا عدم لقا کی صراحت کریں اور محدثین کے اس طرح کے اقوال کی بنیاد محدثین کی فنی مہارت ہوتی ہے، لہٰذا محدثین اپنے فن کی بات کہیں تو یہ حجت ہے یہاں محدثین سے سند کا مطالبہ مردود ہے ......ہم بھی حافظ موصوف سے مطالبہ کرتے ہیں آں جناب نے جہاں جہاں بھی سند کے انقطاع پر ناقدین کے حوالے سے تاریخِ وفات یا تاریخ پیدائش کے اقوال پیش کئے ہیں، ان اقوال کی سند صحیح پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان اقوال میں جو بات ہے، اس کی بھی سند صحیح پیش کریں!! اگر اس طرح کے اقوال میں براہ راست ناقدین سے سند کا مطالبہ درست ہے تو ہمارا دعوی ہے کہ عام کتب

حدیث تو دُور کی بات، سنن اربعہ کی کوئی ایک حدیث بھی صحیح یا ضعیف ثابت نہیں کی جا سکتی ...... میرے خیال میں اس اُصول کے تحت دیگر کتب تو دُور کی بات سنن اربعہ ہی سے کسی ایک بھی حدیث کو صحیح یا ضعیف ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اگر ممکن ہے تو صرف ایک حدیث کی تحقیق ناقدین سے بسند صحیح ثابت اقوال نیز ناقدین کے اقوال میں جو بات ہے اس کی بھی سند صحیح پیش کر کے دکھلایا جائے، بارک اللہ فیکم۔"

(یزید بن معاویہ صفحہ ۸۱،۸۰)

سنابلی کی اس عبارت کو ان کے رسالہ "ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم صفحہ ۱۵،۱۴" میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

غلط بات پہ اَڑنا یا اس کی بھونڈی تاویل کرنا

شیخ کفایت اللہ سنابلی نے علی زئی کا رد کرتے ہوئے لکھا:

"صرف نام نہاد اعلان کرتے پھرنا ہے کہ کوئی بھی ہماری غلطی بتائے گا تو اعلانیہ رجوع کریں گے۔ ایسے اعلانِ رجوع کا مطلب ان کے یہاں صرف یہ ہوتا (ہے) کہ کل ان کی رائے بدل گئی تو یہ اس کا اعلان کر دیں گے یا ان کے ہم مشرب اور چہیتے نے ان کے کان میں ان کی کسی غلطی کی طرف اشارہ کر دیا تو اس سے رجوع کر لیں گے۔ لیکن اگر کسی مخالف نے دورانِ بحث ان کی کسی غلطی اور چوک پر گرفت کر لی تو حق پرستی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے قبول کرنے کی بجائے یا تو اپنی غلط بات پر اَڑے رہیں گے یا اس کی کوئی بھونڈی تاویل کریں گے۔"

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم صفحہ ۲۲)

ایک ہی سند ایک جگہ ضعیف اور دوسری جگہ صحیح

شیخ کفایت اللہ سنابلی لکھتے ہیں:

"ندیم ظہیر صاحب کو آئینہ دکھانے کا بڑا شوق ہے، اس جوابی تحریر میں بھی ہم ان کے اس شوق کی پوری رعایت رکھیں گے، ان شاء اللہ۔ یہ بے چارے دوسروں کی عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر نام نہاد تضاد دکھلانے کی بڑی کوشش کرتے ہیں، جب کہ ان کا اپنا حال ہے کہ یہ لوگ صرف راوی ہی نہیں، بلکہ ایک سند کو ایک جگہ ضعیف ثابت کرتے ہیں، اور دوسری جگہ

بالکل اسی سند پر ”سندہ صحیح “کا ٹھپہ لگا دیتے ہیں۔ایک مثال ملاحظہ ہو......۔“

(ندیم ظہیر کی دوسری تحریر کا جواب صفحہ ۱)

سنابلی صاحب نے آگے مثال پیش کرتے ہوئے لکھا:

”پہلا رُخ :☆ الکامل لابن عدی میں ایک قول مع سند اس طرح ہے :” سمعت موسی بن القاسم بن موسی بن الحسن بن موسی الاشیب یقول، حدثنی ابو بکر، قال : سمعت ابراهیم الاصبهانی یقول: ابو بکر بن ابی داود کذاب۔“[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ت عادل و علی ۴۳۶/۵]اس سند کے بارے میں ندیم ظہیر صاحب کے استاذ ممدوح زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:”اس روایت کا راوی ابو بکر یا بن بکر نامعلوم ہے ،لہٰذا یہ جرح بھی ثابت نہیں ہے ۔“ [مقالات : ۳۸۰/۴]
دوسرا رُخ: ☆ الکامل لابن عدی ہی میں ایک ووسرا قول بالکل اسی سند سے اس طرح ہے :” سمعت موسی بن القاسم بن موسی بن الحسن بن موسی الاشعث یقول، حدثنی ابو بکر ، قال : سمعت ابراهیم الاصبهانی یقول: ابو بکر بن ابی یحی کذاب۔“ [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ت عادل و علی ۳۲۱/۱] اس سند کے بارے میں ندیم ظہیر صاحب کے استاذ ممدوح زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:””سندہ صحیح “[مقالات ۵۵۲/۵] قارئین !ملاحظہ فرمایا آپ نے ! قائل ایک ہی، قول بھی ایک ہی، اور سند بھی ایک ہی، اور کتاب بھی ایک ہی ہے لیکن ایک ہی سند کو ایک جگہ ضعیف ثابت کیا گیا، اور دوسری جگہ عین اسی سند کو ڈنکے کی چوٹ پر ””سندہ صحیح“ کہا گیا!ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے !!۔“

(ندیم ظہیر کی دوسری تحریر کا جواب صفحہ ۱)

حاطب اللیل شخص کی بات قابل تسلیم ہے،اور نہیں بھی

امام سیوطی رحمہ اللہ کی ایک بات شیخ زبیر علی زئی کے خلاف آئی تو انہوں نے انہیں ”حاطب اللیل “

قرار دے کر اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ شیخ کفایت اللہ سنابلی نے جب اس پر احتجاج کیا، تو علی زئی کے شاگرد نے کہا علامہ سیوطی کو ""**حاطب الليل**" صرف شیخ زبیر علی زئی نے نہیں کہا بلکہ ان کا "**حاطب الليل**" ہونا اہلِ علم میں معروف ہے۔ تب سنابلی نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

"اہلِ علم نے ابن الجوزی رحمہ اللہ کو بھی "**حاطب الليل**" کہا ہے۔ پھر آپ کے استاذ صاحب نے انہیں "**حاطب الليل**" کیوں نہیں کہا؟ اس لئے کہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ان کے مطلب کی بات کی ہے۔"

(ندیم ظہیر کی دوسری تحریر کا جواب صفحہ ۴)

حدیث کی صحت کے متعلق علامہ ابن حزم کی طرف غلط نسبت

شیخ کفایت اللہ سنابلی نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

"سب سے پہلے تو ہم یہ واضح کر دیں کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی میں محولہ مقام پر جس روایت کو صحیح کہا ہے، وہ اس طرح ہے: **ومن طريق احمد بن شعيب انا عمرو بن علی نايحی بن سعيد القطان عن سفيان الثوری عن ابی اسحاق، عن ابی الاحوص، عن عبد الله بن مسعود قال: طلاق السنة ان يطلقها طاهرا من غير جماع، وهذا فی غاية الصحة عن ابن مسعود** ۔"عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: طلاقِ سنت یہ ہے کہ عورت کو طہر کی حالت میں بغیر ہم بستری کے طلاق دے، (ابن حزم کہتے ہیں) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حد درجہ صحیح ہے۔" قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں! ابن حزم رحمہ اللہ جس روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں، اس میں تین بار طلاق دینے کی بات نہیں ہے، بلکہ صرف ایک ہی بار طلاق دینے کی بات ہے، اور یہ چیز عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بالکل ثابت ہے، جیسا کہ ابو اسحاق السبیعی کی مصرح بالسماع والی روایت ہے۔ **كما مضى**۔ اس کے بعد اس کے آگے امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اعمش کی تین طلاقوں والی روایت بھی پیش کی ہے، مگر اسے صحیح قطعاً نہیں کہا ہے، بلکہ یہ روایت

اس صفحہ (۱۷۲) پر موجود ہی نہیں ہے جس کا حوالہ مرحوم حافظ زبیر علی زئی صاحب نے دیا ہے۔ بلکہ یہ اگلے صفحہ (۱۷۳) پر موجود ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے موصوف سے چوک ہوئی ہے، کیوں کہ انہوں نے سنن نسائی والی جس روایت سے متعلق امام ابن حزم رحمہ اللہ کی تصحیح کے لئے المحلی کے جس صفحے کا حوالہ دیا ہے، وہاں یہ روایت ہے ہی نہیں، بلکہ دوسری روایت موجود ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۶۲۳)

شواہد کا دعوی، مگر وہ شواہد کہاں ہیں!؟

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"طلاقِ سنت یہ ہے کہ طہر کی حالت میں جماع کئے بغیر ایک طلاق دی جائے، پھر جب وہ حیض کے بعد پاک ہو تو اسے دوسری طلاق دے، پھر جب اسے حیض آئے، اور وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اسے تیسری طلاق دے دے، پھر اس کے بعد وہ عورت ایک حیض عدت گزارے۔" [نسائی ۶/۱۴۰، رقم: ۳۳۹۴، السنن الکبری للنسائی (۵/۲۴۹) **واخرجه ايضا ابن ماجة فی سننه** (رقم: ۲۰۲۱)، **وابن ابی شيبه فی مصنفه** (۴/۵۸) **والطبرانی فی المعجم الكبير** (۹/۳۲۱)، **والدار قطنی فی سننه** (۵/۹، رقم: ۳۸۹۱)، **والبیهقی فی سننه** (۷/۵۴۳)، **كلهم عن طريق حفص بن غياث به**، بحوالہ احکام طلاق صفحہ ۶۱۷، ۶۱۸)

اس حدیث کی سند میں ابو اسحاق راوی کا عنعنہ ہے اور یہ چیز شیخ زبیر علی زئی کے اُصول میں وجہ ضعف ہے۔ جب کہ انہیں یہ بھی مطلوب تھا کہ یہ حدیث مقبول ثابت ہو جائے۔ انہوں نے اس حدیث پر "حسن" کا حکم لگا دیا، اور ابو اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے جو ضعف آرہا تھا، اس کے ازالہ کے لئے کہا: اس حدیث کے شواہد موجود ہیں یعنی اس کی سند تو ضعیف ہے، مگر شواہد کی وجہ سے "حسن" کا درجہ حاصل کر گئی۔

چنانچہ انہوں نے لکھا:

"حسن .... **وللحديث شواهد عن ابن ابی شيبة وغیرہ**...... اور ابن ابی

شیبہ وغیرہ کے یہاں اس حدیث کے شواہد ہیں۔"

[تخریج سنن النسائی، مطبوعہ دار السلام (ص:۲۸۴م رقم:۲۴۲۳)]

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے علی زئی کی مذکورہ بات کارد کرتے ہوئے لکھا:

"موصوف نے بعض شواہد کو ابن ابی شیبۃ وغیرہ کی طرف منسوب کرکے اس کی بنیاد پر اس روایت کو حسن کہاہے۔ عرض ہے کہ ابن ابی شیبہ ہی نہیں بلکہ پوری دنیامیں کتبِ احادیث و آثار کے جتنے بھی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیرے موجود ہیں، کسی میں بھی اس روایت کا کوئی شاہد نہیں ہے، نہ صحیح سند سے، نہ ضعیف سند سے، بلکہ موضوع و من گھڑت سند سے بھی اس کا کوئی شاہد دنیاکے کسی کونے میں وجود نہیں رکھتا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۶۲۴)

یہاں علی زئی صاحب اس حدیث کو حسن ثابت کرنے کے لئے جتن کر رہے ہیں، جب کہ اپنی دوسری کتاب میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا:

"**اسناده ضعيف / جہ:۲۰۲۰،۲۰۲۱ابو اسحاق عنعن۔**"

[انوار الصحیفۃ ضعیف سنن النسائی (ص:۳۷۴)]......ضعیف سنن ابن ماجہ (ص:۴۵۱)]

ترجمہ: اس کی سند ضعیف ہے، یہ ابن ماجہ حدیث:۲۰۲۰، اور حدیث:۲۰۲۱ میں بھی ہے۔ ابو اسحاق نے اسے عن سے روایت کیاہے۔

حاصل یہ کہ علی زئی نے نسائی کی تخریج میں اس حدیث کو "حسن" قرار دینے کے لئے جو جتن کیا، وہ انوار الصحیفۃ میں کام نہ آیا، اس لئے جو حدیث پہلے حسن کا درجہ پاچکی تھی، وہ اَب ضعیف حدیثوں میں شامل ہوگئی۔

نسائی اور ابن ماجہ کی صحیح روایت کو ضعیف قرار دے دیا

شیخ کفایت اللہ سنابلی نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی بابت لکھا؛

"موصوف نے یہ بہت اچھاکام کیاکہ اپنی غلطی سے رجوع کرلیا، اور جس مردود روایت کو حسن کہا تھا اسے ضعیف تسلیم کرلیا، لیکن افسوس کہ اس مردود روایت کو ضعیف کہنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے سنن نسائی، اور ابن ماجہ والی اس روایت کو بھی ضعیف کہہ دیا جس میں

ایک طلاق کا ذِکر تھا، جب کہ یہ بات عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، کیوں کہ ان الفاظ والی روایت میں ابو اسحاق السبیعی نے امام اسماعیل القاضی اور امام طبرانی کی سند میں سماع کی صراحت کر دی ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ٦٢٤)

جمہور محدثین کے منہج کی مخالفت

مقالہ نگار جناب عبد المنان غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے منہج پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

"حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کے میدان میں بعض مقامات پر جمہور محدثین کے منہج کی مخالفت کر کے اپنے تفردات کو پیش کیا ہے۔ یاد رکھئے تحقیق میں تفردات کا ہونا کوئی عجیب و معیوب بات نہیں، بلکہ بہت سے کبار علماء کے تفردات معروف ہیں۔ تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحقیق کے میدان میں چند معروف تفردات درج ذیل ہیں۔"

(تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی کے معیارات کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۱۵۹)

اس عبارت میں اعتراف ہے کہ شیخ زبیر علی زئی نے جمہور محدثین کے منہج کی مخالفت کر کے راہِ تفرد اختیار کی۔ مزید یہ کہ مقالہ نگار قارئین کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ جمہور محدثین کے منہج سے تفرد اختیار کرنا کوئی معیوب چیز نہیں۔

علی زئی کا یہ اصول جمہور محدثین میں سے کسی سے ثابت نہیں

مقالہ نگار جناب عبد المنان غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے تفردات کو بیان کرتے ہوئے "اکثریت کو فوقیت" عنوان قائم کر کے لکھا:

"یہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ کا اہم بنیادی اُصول ہے جو احادیث میں ان کے تحقیقی منہج و انداز کو سمجھنے میں کافی مدد کرتا ہے۔ یہ اُصول جمہور محدثین میں سے کسی نے بھی نہیں اپنایا۔ صرف حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے حامی ہیں۔ جیسا کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا دار و مدار محدثین کرام پر ہے جس حدیث کی صحت یا راوی کی توثیق پر محدثین کا اتفاق ہے، تو وہ حدیث یقیناً و حتماً صحیح ہے، اور راوی بھی یقیناً و حتماً ثقہ ہے۔ اور اسی طرح جس حدیث کی تضعیف یا راوی کی جرح پر محدثین کا اتفاق ہے وہ یقیناً اور حتماً مجروح

ہے۔ جس حدیث کی تصحیح یا تضعیف اور راوی کی توثیق و تجریح میں محدثین کا اختلاف ہو (اور تطبیق وتوفیق ممکن نہ ہو) تو ہمیشہ اور ہر حال میں ثقہ ماہر اہل فن محدثین کی اکثریت کی تحقیق اور گواہی کو صحیح تسلیم کیا جائے گا۔"

(تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی کے معیارات کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳)

مقالہ نگار نے اس جگہ علی زئی کی مذکورہ عبارت کے ثبوت میں ماہ نامہ الحدیث شمارہ نمبر ۳، اگست ۲۰۰۴ء ، صفحہ ۶ کا حوالہ دیا ہے۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے مذکورہ اُصول اپنانے کی وجہ سے علی زئی پارٹی کے فرد شیخ ندیم ظہیر کو یوں خطاب کیا:

"حضرت! ہر مدلس کے ساتھ عن عن کا رٹا لگانے اور ناقدین کے اقوال کے ذریعے ووٹنگ کرتے ہوئے جمہور جمہور کی گردان سے کبھی فرصت ملے تو ظاہر پرستی کے خول سے نکل کر مصطلح الحدیث اور جرح وتعدیل کے اُصولوں کو بھی سیکھنے کی کوشش کریں۔"

(ندیم ظہیر صاحب کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب حصہ دوم صفحہ ۶)

جمہور محدثین کی مخالفت کا اک اور نمونہ کہ خبر واحد "یقین" کا فائدہ دیتی ہے

مقالہ نگار جناب عبد المنان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں خبر واحد اگر صحیح سند سے ہم تک پہنچی ہو تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ اس خبر واحد سے جملہ احکام شرعیہ، عقائد وصفات ثابت کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں: "معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری و مسلم میں ہو یا سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے۔ اسے ظنی، خبر واحد مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلافِ قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل و مردود اور گمراہی ہے۔" [مقالات، ص:۱۵۸] اس مسئلہ میں بھی حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور سے ہٹ کر موقف اختیار کیا۔ جب کہ جمہور کے نزدیک خبر واحد علم ظنی کا فائدہ دیتی ہے۔"

(تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی کے معیارات کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۱۶۴)

علی زئی نے احادیث کی جانچ وپڑتال میں محدثین سے الگ راہ کا انتخاب کیا

شیخ خبیب اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”پاکستان کے ایک مشہور اور نامور محقق کا تحقیقِ حدیث میں کیا منہج تھا؟ اس کا جائزہ لینے کے لئے ہم نے ان کی کتاب ”انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة “کا مطالعہ کیا، جو سنن اربعہ کی تحقیق کے حوالے سے ان کی بیس سالہ محنت کا ثمر ہے۔ کوئی بھی منصف مزاج انہیں ان کی محنت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کاش وہ احادیث کی جانچ پڑتال محدثین کے راجح اُصولوں پر کرتے، مگر انہوں نے ان سے جُدا راہ کا انتخاب کیا۔ بنابریں ان کی تحقیق جمہور محدثین سے مختلف ہے۔ انہوں نے کن کن اُصولوں میں اکثر علماء کی مخالفت کی، اور اپنی رائے کو بدونِ دلیل قوی ترجیح دی۔“

(مسئلہ تدلیس اور منہج محدثین صفحہ ۱۵۴، ادارۃ العلوم الاثریۃ فیصل آباد)

(جاری)

متعلم حسنین خان حفظہ اللہ، مدرسہ انس بن مالک پشت تحصیل بلڈنگ تخت بھائی (آخری قسط)

مختصر تحقیق مسئلہ علم غیب، فوائد صفدریہ کی روشنی میں

(دلیل نمبر04)

پارہ۹رکوع۱۳آیت۱۸۸سورہ الاعراف(قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا.....لقوم یؤمنون)

فوائد صفدریہ

مولوی محمد عمر صاحب کا اس آیت سے غلط استدلال

مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی کتاب مقیاس حنفیت میں لکھا کہ حنفی کہتے ہیں کہ آپ ؐ کو علم غیب نہیں اور میں کہتا ہو کہ آپ صلہ کو غیب کا علم تھا میں اس آیت سے ثابت کرتا ہوں اس کی تقریر یو کہ اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو میں خیر کثرت سے حاصل کرتا تو آپ ؐ سے بڑھ کر خیر کس نے حاصل کی آپ ؐ سے بڑھ کر نیکیاں کس کی ہے تو معلوم ہوا کہ غیب جانتے ہے۔

جواب:

مولانا محمد سر فراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے کتاب ازالتہ الریب میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

سر فراز خان صفدر صاحب فرماتا ہے میں نے کہا مولوی صاحب ہوش میں رہیں یہاں خیر کا تقابل بدی اور شر سے نہیں یہاں تقابل سوء سے ہے معنی یہ کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اپنے لئے تکلیف سے بچنے کیلئے انتظام پہلے کر لیتا اگر مجھے غیب ہوتا تو عزوہ احد کے موقع پر عتبہ بن ابی مجھے پتھر کیوں مارتا، میرا دانت کیوں شہید ہوتا، مجھے معلوم ہوتا کہ عبد اللہ ابن ابی مجھ پر تلوار چلاتا ہے تو میں پہلے نہ دفاع کر لیتا۔

(دلیل نمبر05)

سورة هود (ولله غيب السموات والارض واليه يرجع الامر كله فاعبده وتوكل عليه)

فوائد صفدریہ

پچھلی سورہ کے اختتام پر ہم نے یہی بحث کی غیب کلی کا مالک اللہ وحدہ لا شریک ہے اللہ کے پیغمبر کی بڑی شان اور ہیحصیب ہوتی ہے مگر وہ بھی اپنے معاملات میں اللہ پر ہی توکل و بھروسہ کرتے ہیں اس سورہ میں بیان

ہونے والے واقعہ میں دو عظیم المرتبت پیغمبر بھی لا علم اگر یہ دونوں غیب کا علم رکھتے تو اس سارے واقعہ میں ان دونوں پیغمبروں کو جو تکالیف اور مصائب پہنچے اس کے سدباب کیلئے یہ دونوں کوئی کاروائی نہ کر لیتے۔

دلیل نمبر 06

پارہ 21. رکوع 13. آیت 34. سورہ لقمان

آیت (ان اللّٰہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث.......... ان الله علیم خبیر)

فوائد صفدریہ

یہاں تفسیر المنار تفسیر روح المعانی تفسیر معالم التنزیل تفسیر خازن وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ عامر بن حارث ایک شخص کا نام ہے اس نے آنحضرتؐ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا:

(1) کہنے لگا کہ مجھے یہ بتلائیں کہ قیامت کب آئے گی؟

(2) یہ بتلائیں کہ میں نے زمین کاشت کی ہے بارش کب ہو گی؟

(3) میری بیوی امید سے حاملہ ہے بتائیں کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی؟ کالا ہو گا یا گورا؟ نیک ہو گا یا بد؟

(04) میں آج کے کام کو تو جانتا ہوں مگر کل میں کیا کروں گا؟

(05) وہ زمین تو مجھے معلوم ہے جس میں پیدا ہوا ہوں مجھے بتائیں کہ مروں گا کہاں؟

یہ پانچ چیزوں کے بارے میں عامر بن حارث نے سوال کیا اللہ تعالی نے اس موقع پر یہ ارشاد نازل فرمایا کہ قیامت کا علم بھی اس کو ہے یہ بھی کہ بارش کب نازل کرے گا ارحام میں کیا ہے کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کوئی کیا کرے گا کوئی نہیں جانتا اور یہ کہ کوئی بھی شخص کس زمین میں مرے گا۔

ملا علی قاری (رح) مرقاہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اور بھی دیگر مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ تمام ارحام کا علم (یعنی کلیات کا علم) اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ کلیات میں بعض چیزیں وحی کے ذریعے سے معلوم ہوں تو قطعی ہے کشف و الہام کے ذریعے سے معلوم ہوں تو ظنی ہیں لیکن وہ صرف بعض ہے قطعی چیز جو ہے وہ صرف پروردگار کو معلوم ہے کلیات کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔ اور یہ کلیات, جزئیات کا فرق کیوں کرتے ہیں؟ قاعدہ یہ ہے کہ الف لام جمع کے صیغے پر داخل ہو تو جمعیت کا معنی نہیں رہتے تمام نحاۃ متفق ہے کہ الف لام استغراق کا فائدہ دیتا ہے ارحام رحم کی جمع ہے الف لام اس پر داخل ہوا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ تمام امور کا جاننا

صرف رب کا کام ہے جزئیات جو تم نے پیش کی ہیں وہ اس کے خلاف نہیں ہے۔ یہاں تمھیں تفسیر روح المعانی, تفسیر ابو السعود، تفسیر مدارک, اور تفسیر مظہری وغیرہ میں ملے گا کہ ابو جعفر منصور عباسیوں کا پہلا خلیفہ اس نے خواب دیکھا کہ خواب میں ملک الموت اس سے ملا اور منصور نے اس سے پوچھا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں کتنا عرصہ زندہ رہوں گا اس نے یوں پنجہ کھڑا کر دیا- اھل تعبیر سے تعبیر دریافت کی تو کسی نے کہا پانچ برس- کسی نے کہا پانچ مہینے- کسی نے کہاں پانچ دن- امام ابو حنیفہ (رح) سے دریافت کی گیا تو آپ نے فرمایا. یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف کہ یہ پانچوں چیزیں سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا۔

دلیل نمبر 07

پارہ23رکوع14آیت69سورہ ص(آیت ما کان لی من علمه بالملا الاعلی اذ یختصمون)

فوائد صفدریہ:ص۴۵۰-۴۵۱

اہل بدعت کا علم غیب پر استدلال اور اسکا جواب

ایک حدیث میں آتا ہے جو مشکوۃ وترمذی میں ہے اور تفسیر خازن نے اس مقام پر اور تفسیر در منثور نے ساتویں پارے میں اس پر خاصی بحث کی ہے(وکذلک نری ابرھیم ...الخ)(الانعام:75)

اور ہم اس طرح ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے- اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں آنخضرتؐ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا تو اللہ تعالی نے مجھ سے پوچھا اے محمدؐ فرشتے ملا اعلی میں کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ اے میرے رب مجھے علم نہیں اللہ نے دست قدرت میری چھاتی پر رکھا تو سب چیزے میرے لیئے روشن ہو گئیں۔ اس روایت سے اہل بدعت نے علم غیب پر استدلال کیاہے۔ مبسوط بحث ہم نے اپنی کتاب ازالتہ الریب میں کر دی ہے۔

پہلے تو میں نے امام بخاری کے خوالے سے اس کے بارے میں نقل کیا کہ حدیث مضطرب فیه نظر امام ترمذی جو متساھل فی الحدیث ہیں انہوں نے اس کی تصریح کی ہے پہلے تو حدیث ہی میں اضطراب ہے۔ پھر ایک بات میں نے یہ لکھی کہ اگر اس روایت کو مان بھی لیا جائے تو پھر بھی کل شیء سے سب چیزیں مراد نہیں بلکہ وہ چیزیں مراد ہیں جن کا حدیث میں ذکر آیا ہے جن کا پہلے علم تھا یہ چیزیں بتلائیں۔ مبسوط بحث ازالتہ الریب میں ہے اس میں دیکھیں۔

دلیل نمبر08

فوائد صفدریہ: صفحہ ۵۴۶

آپ ؐ کا شہد پینے کا واقعہ:

(شان نزول): سورہ تحریم کے ربط کا سمجھنا شان نزول پر موقوف ہے-شان نزول یہ ہے کہ چونکہ آپ ؐ کو یہ شھد طبعی طور پر پسند تھا آپ (صلہ) نے ام المؤمنین حضرت زینب (رض) کے گھر سے شہد کھالیا آپ ؐ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد تمام بیویوں کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے اور اہل خانہ کا حیال دریافت فرماتے ام المومنین حضرت عائشہ (رض) اور حفصہ (رض) نے آپس میں مشورہ کیا کہ آج حضور آئیں گے تو ہم نے ان سے کہیں گے کہ آپ ؐ نے معافیر کھایا ہے جب آپ ؐ تشریف لائے تو حفصہ (رض) نے کہا کہ **اكلت المغافير** تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو میں شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں قسم بھی کھائی کہ (**والله لا اشرب و لا اكل عسلا**) لیکن آپ ؐ نے حضرت حفصہ سے فرمایا کہ یہ بات کسی کو بتلانا نہیں وہ بھی مجبور تھیں کیونکہ ان اور ام المومنین عائشہ کی بات ایک تھی انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رض) کو بتلایا- بعد میں آنحضرت ؐ کو بذریعہ وحی کے پتہ چلا تو آپ نے حضرت حفصہ (رض) سے فرمایا کہ اے حفصہ (رض) تم نے وہ بات عائشہ (رض) کو بتادی ام المومنین حضرت حفصہ (رض) نے کہا کہ آپ ؐ کو کس نے بتایا آپ (صلہ) نے فرمایا (**نبانی العليم الخبير**) پھر اسکے بعد آپ ؐ نے شہد استعمال کیا اور قسم کا کفارہ دیا-

آپ ؐ عالم الغیب نہیں

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بیویوں کا عقیدہ یہ نہ تھا کہ آپ ؐ کو غیب کا علم ہے ورنہ وہ مشورہ کیوں کرتیں پھر یہ کیوں پوچھتی (**من انباک هذا**) آپ کو کس نے بتایا آپ ؐ نے جواب میں فرمایا (**نبانی العليم الخبير**) یہ نہیں فرمایا تمھیں پتہ نہیں ہم عالم الغیب ہوتے ہیں-

دلیل نمبر09

پارہ29 رکوع12 آیت26,27 سورہ الجن

(آیت) **عالم الغيب فلا يظهر** ....(26)..........**ومن خلفه رصدا**(27)

فوائد صفدریہ

احمد رضا خان صاحب کا اس آیت سے استدلال

احمد رضا ضان نے اپنی کتاب خالص اعتقاد میں اور اسکے بعد دیگر کتابوں میں اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آپ کو کلی علم غیب تھا کہتے ہیں کہ عالم الغیب نہیں مسلط کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر **مرتضی من الرسول** تو آنحضرت ؐ پسندیدہ چنے پیغمبر تو ہے نا اس میں تو شک نہیں تو جب **مرتضی من الرسول** ہوئے تو غیب پر مسلط اللہ نے کر دیا کلی غیب کا علم ہے. وہ **یظھر** کا معنی کرتے ہیں مسلط کر دیا۔

ہم نے مفصل بحث اپنی کتاب ازالتہ الریب میں کی ہے۔ یہاں دو تین باتیں میں عرض کرتا ہو آیت کی سمجھانے کی حد تک۔ ایک یہ کہ اس غیب سے کیا مراد ہے؟ اگر غیب سے مراد امور غیبیہ بعض غیب، غیب کی خبریں تو **امنا وسلمنا** اور اگر اس مراد کلی غیب ہے کہ غیب کہ ایک فرد بھی خارج نہ ہو تو یہ باطل ہے۔

(1) اولا اس لئے باطل ہے کہ یہ سورہ الجن نزول کے اعتبار چالیسویں نمبر پر ہے اور مکی سورہ ہیں پورے قرآن ایک سو چودہ (114) سورتیں ہیں تو یہ سورہ الجن چالیسویں نمبر پر اتری تو ابھی تو پورا قرآن جو غیب ہے وہ نہیں آیا سورہ البقرہ سورہ آل عمران سورہ توبہ جیسی سورتیں جو مدنی سورتیں ہیں وہ سب ابھی تک نہیں اتریں تھیں تو کیا وہ پہلے ہی آپ ؐ کو بتا دی گئیں اگر کلی غیب مراد ہو تو باطل ہے۔ اس لئے کہ اس سورہ کے بعد قرآن کی لمبی لمبی سورتیں اتریں وہ بھی تو غیب کا حصہ ہے۔

(02) دوسری بات یہ ہے اس آیت سے پہلے ہے (**قل ان ادری اقریب ما توعدون**) آپ ؐ فرمادیں میں نہیں جانتا کیا قریب ہے وہ جو تم سے وعدہ کیا ہے وہ جس کا تم سے وعدہ سے کیا جارہا ہے یا اس کیلئے کوئی میعاد ہے اب اگر آگے والی آیت یہ مطلب لیں کہ کلی غیب جانتے ہیں تو ان دونوں آیتوں کے درمیان تعارض ہو گیا اس لئے کہ پہلے ہے کہ آپ فرمادیں کہ میں نہیں جانتا اور آگے والی آیت کا مطلب ہوا کہ سب کچھ جانتا ہے ان دونوں آیتوں میں تو تعارض ہو گیا۔

(03) تیسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں نفی ہے تو سورہ توبہ میں ہے **ومن اھل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم** (التوبہ 101)

ان منافقین کو آپ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں

(04) چوتھی بات یہ ہے کہ علامہ آلوسی (رحمہ اللہ) الا کے استثناء کو منقطع قرار دیتے ہیں معنی کرتے ہیں کہ عالم الغیب ہے اپنے غیب خصوصی پر کسی کو مطلع نہیں کرتے **لکن من الرتضی من الرسول** لیکن جس رسول پر راضی ہو پس بیشک اس کے آگے اور پیچھے پہرے لگا کر اس پر وحی اتارتا ہے۔

===

شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاءاللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258